''مائنڈ اٹ، میں خفا بھی ہو سکتی ہوں۔'' اس نے دھمکانا ضروری سمجھا۔

''پروا نہیں، جانتا ہوں، کہ جب میں الٹا خفا ہوتا ہوں، تو تمہاری کیسے جان پہ بنتی ہے۔'' وہ شریر ہوا تھا آئمہ بری طرح سے جھینپ گئی۔

''شرم تو آتی نہیں اپنے کپڑے آپ خود رکھیں، میں اماں کی تیاری کرلوں۔'' وہ اس سے ہاتھ چھڑاتی باہر آ گئی۔

ابھی مقصد یہاں سے ٹلنا تھا۔ پھر معید اور بڑی ماں کو کیسے قائل کر کے یہاں آنے سے روکنا ہے۔ یہ وہ اچھی طرح سے جانتی تھی، محبتوں کا مان دیر سے سہی، مگر وہ حاصل کر چکی تھی۔ اور اس پہ وہ اپنے رب کی جتنی بھی مشکور ہوتی کم ہی تھا۔

اک شخص دلربا سا

مما اور بابا نے عمرے پر جانے کا ارادہ کیا تو اس کے تنہا رہ جانے کا خیال الجھن و پریشانی میں مبتلا کر گیا۔

''اے لو بھلا کیا اس کی پھپھو مر گئی جو آپ پریشان ہو رہی ہیں۔'' پھپھو جانی، بھائی اور بھاوج سے ملنے آئی تھیں ان کی الجھن کا سراپا کر بھرپور خفگی سے گویا ہوئیں تو مما جو خود سے کہتے جھجک رہی تھیں بے اختیار مطمئن سے انداز میں مسکرائیں یوں ان لوگوں کے روانہ ہوتے ہی وہ بھی پھوپھو کے ساتھ ساہیوال آ گئی۔

جاتی گرمیوں کی وہ خوش گوار سی سہ پہر تھی نیلے آسمان پر تیرتے بادلوں کے سفید ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھر رہے تھے ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے کالونی کے گھروں کی بیرونی دیواروں پہ پھیلی بیلوں کی ٹہنیاں جھومتے ہوئے پھول برسا رہی تھیں اس کی سوچ سے بھی بڑھ کر شاندار استقبال کیا تھا۔

کبھی بچپن میں آتی تھی وہ ساہیوال، اسے تو ٹھیک سے یاد بھی نہیں تھا اب اپنے سارے کزنز کی کمپنی میں وقت گزارنے کے خیال سے ہی اسے خوشی کی کیفیت نے اپنے حصار میں جکڑ لیا تھا پھوپھو جانی کے تین بیٹے تھے، حسان، اذلان اور ریحان جبکہ چھوٹی بیٹی صبا اس کی ہم عمر تھی سب نے بے تکلفی کے ریکارڈ قائم کرتے ہوئے منٹوں میں اس سے دوستی گانٹھ لی تھی۔

''او کے مام اب چلتا ہوں ڈیڈ ویٹ کر رہے ہوں گے۔''

حسان چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا اٹھ کھڑا ہوا وہی انہیں اسٹیشن سے یہاں لایا تھا یقیناً آفس چھوڑ کر آیا ہوگا بلیک تو پیس میں لیے دیئے انداز سمیت وہ اچھا خاصا بردبار سا شخص آئمہ کو جانے کیوں بہت اچھا لگا تھا۔

''او کے کزن اب شام میں ملاقات ہوگی یقیناً تب آپ فریش ملیں گی۔''

رسمی سے انداز میں مسکرا کر کہتا وہ پلٹ کر چلا گیا آئمہ یونہی مسکراتے ہوئے صبا کی سمت متوجہ ہو گئی تھی جو اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔

☆☆☆

تب سے جو وہ سوئی تو پھر شام کی بجائے رات کی خبر لائی وہ بھی اس طرح کہ صبا نے کئی بار آ کر جگایا تھا اور اب تو کھانا لگنے کی اطلاع کے ساتھ آئی تھی کہ ٹیبل پہ ڈیڈ سمیت سب اسی کے منتظر ہیں۔ تب وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھنے پہ مجبور ہوئی تھی وال کلاک کی سوئیوں کو دس کے ہندسے کو عبور کرتے دیکھ کر اسے خفیف سی خجالت نے آن لیا۔

''سب کیا سوچ رہے ہوں گے میرے بارے میں۔''

منہ پہ پانی کے چھپاکے مارتی دوپٹہ درست کرتے ہوئے وہ ڈائننگ روم کی سمت آتے یہی سوچ رہی تھی، وہ بھلے لوگ بے چارے اس کے انتظار میں کھانا ٹھنڈا کر رہے تھے، پھر بھلا اس حرکت سے مما کی تربیت پہ حرف نہ آتا۔

''آئی ایم ساری فار ویٹ انکل جی، تھکن کی وجہ سے مجھے بہت گہری نیند آ گئی۔'' خجالت سے کہتی وہ رواداری نبھا رہی تھی جب پھپھو نے اسے اس خفت سے نکالنے کو ہی نرمی سے ٹوک دیا تھا۔

''اوہ کم آن ڈارلنگ اٹس آل رائٹ چلتا ہے اس طرح، تم بتاؤ نیند تو اچھی آئی نا۔'' پھوپھا جان کو سلام کرنے کے بعد وہ کرسی گھسیٹ کر صبا کے مقابل بیٹھ رہی تھی جب پھپھو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر لگاوٹ کا مظاہرہ کرتے اسے اپنے مقابل بٹھا لیا، اس طرح کہ اب اس کے دائیں سائیڈ پہ حسان کی کرسی تھی وہ فطری طور پہ کچھ جھجک سی گئی سمٹ کر بیٹھتے وہ اپنا دھیان پھپھو کی باتوں پہ لگا رہی تھی پھپھو کے ساتھ ان کی چاروں اولادوں نے جس خصوصی پروٹوکول سے اسے نوازا تھا وہ اسے بہت خفت زدہ کرنے لگا تھا۔

''اوہ پلیز حسان بھائی میں اتنی ویٹ نہیں ہوں۔''

حسان کی بڑھائی کوفتوں کی ڈش سائیڈ پہ رکھتے ہوئے ہلکے سے ہنس کر اس نے نرمی وانکساری سے ٹوکا۔

"واقعی جبھی اتنی اسمارٹ ہو۔"

صبا نے بہت بے باکانہ انداز میں منہ پھاڑ کر جس طرح سب کے سامنے کہا تھا وہ یکلخت سرخ پڑی تھی اس کھلی ہوئی تعریف پر وہ بھی اتنے سارے مردوں کے سامنے، پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے وہ جزبز سی ہو کر رہ گئی۔

"یہ کباب تو لو نا آئمہ جانو پتا ہے ہمارا بٹلر بہت اچھا کھانا پکاتا ہے۔"

پھپھو نے صرف کہا نہیں تھا کباب اٹھا کر اس کی پلیٹ میں رکھ دیا حسان کا سیل فون بجا تو ایکسکیوز کرتا اٹھ کر چلا گیا آئمہ کا چمچ کی سمت بڑھتا ہوا ہاتھ زور کے چھناکے اور دلخراش چیخ کی آواز پہ اسی زاویے پہ ساکن ہوا تھا اس کی سوالیہ نگاہیں اہل خانہ کی سمت اٹھیں۔

"یہ یہ کیسی آواز تھی پھپھو؟" وہ رہ نہیں پائی تھی تب ہی کچھ گھبراہٹ میں گویا ہوئی......ان کے چہرے پہ موجود تنگی کسی قدر مزید بڑھی تھی ذرا سا غور کرنے پہ اسے تمام لوگوں کے چہروں پر تشویش و پریشانی کے بجائے برہمی کے آثار جھلکتے محسوس ہوئے تو یہ گھبراہٹ یکلخت ہی حیرانی میں ڈھل گئی۔

"واٹ نان سنس کوئی منع کیوں نہیں کرتا کیا سب بہرے ہو گئے ہیں یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے۔"

اس کا سوال اگنور کر کے پھپھو ایک دم سے چلائیں کہ ذرا سے توقف کے بعد یہ شور اور چیخ و پکار کا سلسلہ پھر سے شروع ہو چکا تھا اذلان اور ریحان جواب تک کسی حد تک لاپرواہی و بے نیازی دکھانے میں مصروف تھے کاندھے اچکا کر پھر سے مصروف نظر آنے لگے۔

"کیوں [illegible] کریں ہم مام یہ کوئی آج کی بات تو نہیں، کام ڈاؤن کھانا کھائیں پلیز۔" صبا نے دنیا بھر کی [illegible] دکھائی سے کہتے ہوئے کانٹے اور چھری کی مدد سے لیگ پیس اٹھایا انداز میں زمانے بھر کا زہر اور نفرت نمایاں تھی، پھوپھا جان لب بھینچے بالکل خاموش بیٹھے تھے جبکہ وہ حیران پریشان سی بیٹھی اسی عجیب صورت حال کو سمجھنے کی سعی میں مصروف بس ٹکر ٹکر ان کی صورتیں دیکھ رہی تھی۔

"محمود پلیز اور کتنا صبر کا امتحان لیں گے رو کیں جا کے یہ ڈرامے بازی اونہہ ادھر ہی کان لگے رہتے ہیں کہ کوئی آیا ہے بس ماں بیٹے کا ناٹک شروع ہو جاتا ہے۔"

"پھوپھو کے غصیلے اثرات سے سجے چہرے پہ تنفر و حقارت کے ساتھ رعونت و درشتگی بھی سمٹ آئی۔

"مجھ سے یہ فرمائش کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ ہے نا تمہارا جلا دصفت سپوت از خود پہنچ گیا ہوگا وہاں اسے تو موقع چاہیے ہوتا ہے۔"

"پھوپھا جان نے بے تحاشا سرخ ہو کر خون چھلکاتی آنکھوں سے پھپھو کو سخت......نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور کرسی دھکیل کر دروازے کو ٹھوکر رسید کرتے نکل گئے وہ دم بخود سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

"اونہہ۔" پھپھو نے نہایت غصے سے سر جھٹکا اور اسے دیکھ کر زبردستی مسکرائیں۔

"تم یہ چکھا لو نا آئمہ۔" انہوں نے فروٹ ٹرائفل کا باؤل اس کی سمت بڑھاتے یوں بات کی تھی جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو وہ گہرا سانس کھینچتی خود کو کمپوز کرنے لگی البتہ ذہن میں جیسے جوار بھاٹے اٹھنے لگے تھے۔

☆☆☆

یہ واقعہ اس کے ذہن پہ بہت اثر انداز ہوا تھا پھپھو کی خفگی و نفرت پھوپھا جان کا اشتعال بھرا طنز اور بچوں کی لاتعلقی و بے حسی نے اسے صرف حیران ہی نہیں کچھ حد تک ڈسٹرب بھی کر ڈالا تھا کون تھے وہ ماں بیٹا ملازم، نہیں یقیناً ملازموں کو ایسی ہمت و جرأت نہیں ہو سکتی تھی پھر......

"ارے کہیں پھوپھا جان نے دوسری شادی تو......مگر نہیں۔"

اس کی سوچ کو بریک لگا کر ایسا کچھ ماضی بعید میں ہو چکا ہوتا تو یقیناً اس کے پیرنٹس بے خبر نہ ہوتے وہ جتنا سوچتی رہی تھی اس قدر الجھ گئی تھی وہ پر اسرار ماں بیٹا اس کے ذہن سے چپک گئے تھے اسی بے چینی میں اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔

"اوکے میں کل صبا سے پوچھ لوں گی۔" کروٹ بدلتے ہوئے اس نے خود کو ریلیکس کرنا چاہا یہ نہیں تھا کہ وہ ٹوہ لینے والی کھوجی، مزاج کی مالک تھی البتہ ان لوگوں کے اس قدر عجیب و غریب رویے نے اسے کھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا وہی ماں بیٹے جو اس کے آگے

بجھے جا رہے تھے کسی اور کے ذکر..... پر تاثرات میں یوں یک بیک تبدیلی کی وجہ کیا ہو سکتی تھی چونکہ وہ خود بہت حساس تھی تبھی اس دو غلے..... طرز عمل پہ ششدر تھی۔

صبح ایک بار پھر اس کی آنکھ بہت دیر سے کھلی رات کی طرح ناشتے کی ٹیبل پہ وہ سب اس کے منتظر نہیں تھے وہ کسی قدر خفیف سی ملازمہ کی معیت میں ڈائننگ روم میں آئی تو پھپھو کو گلاسز لگائے نیوز پیپر میں مصروف پایا ہاتھ میں موجود چائے کا کپ ان کے بھی ناشتا کر چکنے کا اعلان کر رہا تھا۔

''آئی ایم ساری میں پھر لیٹ ہو گئی۔'' کھسیاہٹ زدہ سے انداز میں کہتے اس نے کرسی گھسیٹی تھی۔

''اٹس آل رائٹ جانو، ذرا ذرا سی باتوں پہ یوں گھبرا کیوں جاتی ہو، تمہارا اپنا گھر ہے۔'' انہوں نے خبار سائیڈ پہ رکھ کر خوش دلی سے مسکرا کر کہا پھر پکار کر ملازمہ کو اس کے لیے تازہ ناشتا لانے کو کہا تھا۔

''سب لوگ کہاں ہیں۔'' اس نے یونہی بر سبیل تذکرہ پوچھا۔

''اذلان، ریحان تو یونیورسٹی چلے گئے ہیں صبا البتہ آج کالج نہیں گئی تمہاری وجہ سے۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کی فرینڈ کا فون آیا تھا ارجنٹ کام تھا بس بہت شرمندہ تھی کہہ رہی تھی تم سے ایکسکیوز کر لوں وہ جلد آ جائے گی۔'' انہوں نے کچھ اسی انداز میں کہا کہ آئمہ اپنی جگہ شرمندہ ہو گئی۔

''حسان تمہارے انکل کے ساتھ آفس چلا گیا ہے تمہارا پوچھ رہا تھا بہت محنتی ہے میرا بیٹا، ڈونٹ وری آج جلدی آنے کا کہہ رہا تھا تم تیار رہنا آؤٹنگ کے لیے۔'' وہ بولنے پر آئیں تو نان اسٹاپ بولتی چلی گئیں آئمہ خفیف سی بیٹھی تھی، جس قدر محبت اور پیار سے انہوں نے ناشتا کروایا تھا بہت کم کھا کر ہی اس کا جی اوب سا گیا جانے کیوں یہ سب اسے اوپری سا لگ رہا تھا پھپھو کے اصرار کے باوجود وہ ٹیبل سے اٹھ آئی تھی۔

☆☆☆

بوریت سے اکتا کر وہ اپنے کمرے سے نکل آئی تھی رات وہ سیل فون کی بیٹری چارج کرنا بھول گئی تھی اور اب لائٹ غائب تھی ایک تو گرمی اس پہ عین دوپہر کا وقت ایسے وقت میں کسی کی گھر میں موجودگی کی توقع ہی عبث تھی تنہائی کا احساس اسے سخت بے زار کر

چکا تھا معاً وی لاؤنج سے گزرتے ہوئے وہ بے اختیار رکی، حسان اندر نا صرف موجود تھا بلکہ اس کی طرف متوجہ بھی، نگاہ ملنے پہ بے اختیار مسکرایا۔

''کیسی ہو آئمہ آؤ بیٹھو۔'' اپنائیت بھرا نرم لہجہ اسے نہ چاہتے ہوئے بھی قدم بڑھانے پڑے البتہ اس وقت اسے گھر پہ دیکھ کر حیرت ہوئی تھی یہ اس کے ورکنگ آورز تھے۔

''آپ اس وقت کیسے نظر آ رہے ہیں آفس نہیں گئے۔''

قدم بڑھا کر سائیڈ کے صوفے پہ ٹکتے ہوئے اس نے سرسری سے انداز میں استفسار کیا تھا۔

''بس یونہی کچھ طبیعت اچھی نہیں تھی سو گھر آ گیا، آپ سنائیں کیسا لگا ہمارا گھر اور یہاں رہنا، بوریت تو نہیں ہوتی۔'' وہ اب پورے کا پورا اس کی سمت متوجہ تھا۔

''آں، بوریت تو ہوتی ہے آف کورس ایک دم سے فارغ ہو گئی ہوں ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھنا مجھے کبھی بھی اچھا نہیں لگا۔''

''اوہ او.....'' حسان نے ہونٹ سکوڑ کر ہمدردی ظاہر کی۔

''ایسا کریں ماموں کو فون کر لیں۔ آئی ایم شیور کہ موڈ بہتر ہو گا۔''

اس کے پاس حل موجود تھا مگر اس نے سننے کے ساتھ ہی منہ بسور لیا۔

''میرے سیل کی بیٹری ڈاؤن ہے اور اس وقت لائٹ بھی نہیں ہے۔''

''اوہ گھر کے فون سے کرو۔''

''اس میں بھی کوئی مسئلہ ہے شاید ڈیڈ ہو گیا ہے۔''

آئمہ کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھری۔

''تو پرابلم میرے سیل فون سے کر لیں۔'' حسان نے کمال فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوٹ کی جیب سے سیل فون نکال کر اس کی سمت بڑھایا تو آئمہ جو قدرے حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی جھک کر سیل تھامنے میں تذبذب کا شکار نظر آئی۔

''ارے نہیں بھائی پلیز رہنے دیں، مما بابا سے کال کرنے میں آپ کا اچھا خاصا کریڈٹ ختم ہو جائے گا۔'' شائستگی سے کہتے ہوئے اس نے انکار کیا تھا۔

''اوہ کم آن ڈونٹ یو وری بائس گرل سارا بھی جاتا ہے تو نو ٹینشن۔'' مبہم سا مسکرا کر کہتے حسان نے اپنا قیمتی سیل زبردستی اس کے ہاتھ میں دیا تب محض ایک لمحے کو اس کا نرم

و نازک گداز ہاتھ اس کے پرحدت مضبوط ہاتھ سے بچ ہوا تھا آئمہ نے بے اختیار ہاتھ کھینچ لیا حسان نے اس کے اس درجہ گریز اور ناگوار تاثر کو بہت حیرانی سے تکا تھا، اس کے صبیح چہرے پہ جو خفت زدہ سی سرخی دوڑی تھی، اس نے حسان کی اٹھی ہوئی نگاہ کو ٹھہرنے اور وہیں ٹھٹک جانے پہ اکسایا تھا۔

''آپ تو اچھے خاصی تیکھی ہیں بھائی مجھے نہیں پتا تھا''، اس کی گہری نگاہوں کے ارتکاز کو محسوس کرتی وہ گھبرا کر دھیان بٹانے کو بولی، حسان نے محسوس کیا تھا اور گہرا سانس کھینچ کر آہستگی سے نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا۔

''اپنوں کے لیے سخاوت کا نہیں محبت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔''

اگر وہ نرمی سے سرسری انداز میں یہ بات کہتا تو آئمہ کبھی نہ چونکتی اس کے لہجے کی جو معنی خیزی تھی اس نے آئمہ کو ٹھٹکنے پر مجبور کیا تھا اس کی مسکراہٹ یکلخت اس کے لبوں سے غائب ہوئی تھی اور گھمبیر سنجیدگی نے چہرے کا احاطہ کیا۔

''سب مجھے حسان کہتے ہیں اور تخاطب کا یہی انداز مجھے اچھا لگتا ہے اتنی خوب صورت لڑکیوں کے منہ سے لفظ بھائی مجھے کتنا زہر لگتا ہے کاش میں تمہیں بتا سکتا، پلیز ریکوسٹ ہی آئندہ مجھے بھائی مت کہنا اور ہاں۔'' اس کی تحیر سے پھیلی نگاہوں میں جھانک کر مسکرا کر کہتا وہ لمحہ بھر کو رکا تھا کہ اسے کچھ کہنے کو منہ کھولتے دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

''مجھ پہ غور کر کے بتانا کیسا لگتا ہوں تمہیں۔'' اس کے تاثرات کو دیکھتا وہ اسی اطمینان سے کہتا پلٹ کر باہر چلا گیا آئمہ حق دق کھڑی رہ گئی۔

☆☆☆

''آئمہ پلیز ایک کپ میرے لیے بھی۔'' اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا جب وہ چائے بنانے کے ارادے سے کچن میں آئی تھی بٹلر نے اسے دیکھ کر مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی خدمات پیش کرنی چاہی تھیں مگر آئمہ نے منع کر دیا تھا ابھی چائے کا پانی رکھ کر پتی کے جار کی سمت ہاتھ بڑھانے ہی والی تھی جب حسان کی آواز پہ گہرا سانس کھینچتی نہ چاہتے ہوئے بھی پلٹی، ہاتھ میں بریف کیس لیے سیاہ پینٹ کوٹ میں وہ اپنی شاندار شخصیت سمیت کچن کے دروازے پہ موجود تھا، نگاہ چار ہوتے ہی دل آویزی سے مسکرایا، آئمہ کی لمبی

پلکیں بے اختیار جھکی تھیں۔

''تھینکس۔'' وہ مسکراہٹ اس کی سمت اچھال کر چلتا بنا، پیچھے وہ الجھنے کو رہ گئی تھی، چائے بنا کر اس نے کتنی دیر یہ فیصلہ کرنے میں لگائی تھی آیا حسان کو چائے دینے اس کے کمرے میں جانا چاہیے، ملازمہ پتا نہیں کہاں تھی اور بٹلر ابھی کچھ دیر قبل سودا لینے مارکیٹ گیا تھا ناچار اسے ہی آنا پڑا۔

''چائے حسان بھائی۔'' اس نے دستک دے کر اجازت ملنے پہ اندر قدم رکھا تھا کپ ٹیبل پہ رکھ کے پلٹی جب بے اختیار ہی حسان نے پکارا تھا۔

''جی۔'' وہ رکی تھی البتہ پلٹے بغیر محض گردن موڑ کر دیکھنے پر اکتفا کیا وہ بھی ایک نظر۔

''بیٹھو پلیز۔'' وہ سگریٹ سلگا رہا تھا وہ یقیناً فریش ہو چکا تھا اس کے نم بالوں سے وہ اندازہ کر پائی تھی آئمہ نے ایک پل اسے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''تم چائے نہیں پیو گی۔'' اسے یونہی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے دیکھ کر حسان نے بات کا آغاز کیا۔

''میں پی چکی ہوں آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔''

آئمہ نے جواباً کسی قدر سنجیدگی سے کہہ کر اسے احساس دلانا چاہا تھا کہ اسے یوں تنہا اس کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں۔

''کہنا تو بہت کچھ ہے اگر تم سن لو تو اچھا ہے، یہ بتاؤ میری بات پہ غور کیا تھا۔'' وہ چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگاتا ہوا بھرپور دلچسپی سے اس کا جائزہ لینے لگا'' آئمہ نے سوالیہ انداز میں نظر اٹھائی مگر اگلے ہی پل اس کی نگاہ جھک کر رہ گئی پلکوں پہ لرزش سی اتر آئی وہ دیکھ ہی ایسے رہا تھا۔

''پلیز آئمہ میں منتظر ہوں۔'' وہ مضطربانہ انداز میں گویا ہوا۔

''ابھی تو نہیں سوچا میں سوچ ہی نہیں پائی۔'' اس نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا اور کچھ شرارت بھری مسکان سمیت اسے تکا۔

''واٹ......!'' وہ ہلکے سے چیخا۔

''تم جھوٹ بولتی ہو آئمہ ہی سیریس پلیز کسی کی جان پہ بنی ہے یو نو۔''

"ون اے منٹ حسان بھائی آپ یقین کریں کہ میں ایسا سوچنے میں کامیاب نہیں ہو پائی شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے شریک حیات کا تصور میرے ذہن میں بسا ہے، آپ ویسے نہیں ہیں سوری ٹو سے بٹ....."

حسان کے چہرے پہ لرزتے خفیف سے سائے کو دیکھتی وہ بات ادھوری چھوڑ کر معذرت خواہانہ نظروں سے اسے تکنے اٹھ گئی، حسان ٹوٹتے بکھرتے اعصاب سمیت تپتی ہوئی نظروں سے گھورتا لب بھینچے بیٹھا تھا جب وہ اچانک رکی تھی اور پلٹ کر اسے دیکھا حسان نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنی سرخ آنکھوں کو جھکایا تھا۔

"لیکن میں آپ سے یہی کہوں گی مایوسی کفر ہے، اچھی امید رکھیں، بقول شاعر، یوسہ رہ شجر سے امید بہار رکھ، ہوسکتا ہے میرے دل میں بھی آپکا خیال پیدا ہوجائے۔"

اپنی بات مکمل کر کے وہ رکی نہیں تھی حسان کے تاثرات میں یکلخت تبدیلی رونما ہوئی تھی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہوئی اگلے ہی لمحے وہ کچھ کنکناتے ہوئے چائے کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگا چکا تھا۔

☆☆☆

لان میں گلابوں کے کیاریوں کے پاس کھڑی وہ مما سے فون پہ بات کر رہی تھی جب کسی کی پرتپش نگاہوں کے حصار میں خود کو جکڑا محسوس کرتے ہوئے اس نے یونہی نگاہ اٹھائی تھی یہ احساس اتنا زور آور تھا کہ وہ پلٹ کر دیکھنے پہ مجبور ہوئی، بالائی منزل کی سفید ریلنگ کے پار وہ تیس سے بتیس سال کی درمیانی عمر کا لمبا تڑنگا بھرپور شخص تھا جو اس کے متوجہ ہوتے ہی بوکھلائے ہوئے انداز میں بے اختیار دو تین قدم پیچھے ہٹا اور اگلے ہی لمحے جھٹکے سے مڑ کر اندر غائب ہوگیا۔

وہ بات کرنا بھول کر بھونچکی سی کھڑی رہ گئی، مما کے ہیلو پکارنے پہ وہ چونکی تھی اور اگلے چند لمحوں میں گفتگو سمیٹ کر سلسلہ منقطع کرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سر اوپر اٹھا کرتے ہوئے بالکونی کی سمت سفید ریلنگ کے پار دیکھا، جہاں ہمہ وقت رہنے والی ویرانی کا راج تھا۔

"کون ہوسکتا ہے۔" اس کا ذہن الجھا تھا۔

آمد کی پہلی شب اور اس کے بعد عجیب وغریب شور اور چیخوں کی آوازیں اس

نے سنی تھیں ابھی ان کا ہی عقدہ نہیں کھلا تھا کہ یہ نئی الجھن، گلابی پھولوں والی بیل کو ہوا کے زور پہ ہولے ہولے جھومتے دیکھ کر وہ یکلخت ٹھٹکی تھی فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوتی وہ لازماً اوپر جاتی مگر کچھ سوچ کر تھم سی گئی جانے وہ کون تھا اور کس حیثیت سے وہاں قیام پذیر تھا اس کا یوں بے دھڑک وہاں چلے جانا یقیناً غیر معیوب حرکت ہوتی۔

"آئمہ۔" وہ اپنے دھیان میں تھی جب حسان کی بھاری بھرکم آواز پہ اچھی خاصی اچھل سی گئی۔

"اوہ آئی ایم سوری تم ڈر گئیں کس کے خیالوں میں گم تھیں۔"

وہ کب آیا تھا اسے قطعی خبر نہ ہوسکی البتہ اسے روبرو پا کے مردنما مسکرادی تھی۔

"تیار ہوجاؤ آج تمہیں کہیں گھما لاتے ہیں اسی مقصد سے میں نے بالخصوص صبا کو ساتھ تیار کیا ہے تاکہ انکار کی کوئی گنجائش نہ نکلے۔"

وہ اس کی پہلی بار کی گئی آفر کو ٹھکرا دینا یاد رکھے ہوئے تھا آنچ دیتے لہجے میں جتا کر بولا تو آئمہ خفیف سی ہوگئی۔

"اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی خیر اپنی وے۔"

وہ کاندھے اچکا کر بولی تو حسان جو اسے ہی دیکھ رہا تھا قدم بڑھاتا ہوا بولا تھا۔

"تم تیار ہوجاؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔"

"اوکے فائن۔" وہ اسے اندر جاتے دیکھتی رہی پھر گہرا سانس کھینچ کر لان چیئر پر بیٹھ گئی۔

کچھ خاص تیاری کیا کرنی تھی ابھی کچھ دیر قبل ہی اس نے نہا کر بلیک اینڈ بلیک کنٹراس سوٹ پہنا تھا۔ جو اس کی اجلی روشن رنگت پہ بہت جچ رہا تھا۔ اگلے چند لمحوں میں وہ اس کے سامنے آیا تھا۔

"آر یو ریڈی۔"

"ہوں۔"

"مگر صبا۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے کاندھوں کے پار جھانکا۔

"وہ آئمہ صبا گھر پہ نہیں ہے کیا اس روز کی طرح آج بھی تم میرے ساتھ تنہا جانے پر متردد ہو۔" آئمہ فوری جواب نہیں دے پائی۔

''ڈونٹ مائنڈ ٹیلمو پلیز۔''

''جی۔'' وہ کچھ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی۔

''اگر تم نہیں چاہتیں تو زبردستی نہیں پلیز ریلیکس۔''

''اوہ تھینکس۔'' وہ یکا یک ممنون ہوتی ہلکی پھلکی سی ہوگئی۔

''پتا نہیں صبا میری تاکید کے باوجود کیوں نہیں رکی ایسی وے پھر سہی۔''

ہوا کے دوش پر اڑتے بالوں کو انگلیوں کی مدد سے پیشانی سے ہٹاتا وہ جانے اپنی کھسیاہٹ دور کر رہا تھا یا اسے تسلی دے رہا تھا وہ سمجھنے سے قاصر رہی تھی۔

''آپ کے شہر میں دیکھنے لائق ایسا کیا ہے جو آپ لازماً مجھے گھمانے پہ کمربستہ ہیں۔'' اس نے خفیف سی شرارت سے کہا تھا اور آہستگی سے مسکرادی۔

''بہت کچھ، سب سے خاص تو میں ہوں۔'' اس نے جواب سنجیدگی سے دیتے اسی خاص نگاہ سے اسے تکا۔

''تمہاری اسٹڈی کمپلیٹ ہوگئی آئنہ۔'' اب وہ موضوع بدل چکا تھا۔

''نہیں سائیکالوجی کی اسٹوڈنٹ ہوں۔''

''ہیومن سائیکالوجی۔ یا پھر برڈ سائیکالوجی۔''

آئنہ نے چونک کر اسے دیکھا تو نگاہوں میں استعجاب چھلک رہا تھا اسے حسان کا یہ سوال جس قدر عجیب سا لگا تھا اس سے بڑھ کر احمقانہ محسوس ہوا تو اسی تحیر و استعجاب سے کسی حد تک جھلا کر بولی تھی۔

''آف کورس ہیومن سائیکالوجی۔'' جواباً حسان بہت بے ساختگی میں ہنسا تھا۔

''تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم ان برڈز سے توجہ ہٹا کر اس چھ فٹ کے انسان پہ دھیان دو۔'' چمکتی ہوئی آنکھوں میں ڈھیروں ڈھیر شرارت لیے وہ پنجرے کی سمت اشارہ کرتا ہوا بولا جس میں موجود آسٹریلین طوطے اور مینا اس کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں اور اسے یقیناً یہ بے توجہی کھلی تھی۔ آئنہ یکا یک بہت سنجیدہ نظر آئی تھی۔

''تمہیں پرندے اچھے لگتے ہیں۔''

وہ یقیناً ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں تھا آئنہ کو کوفت ہوئی تھی جانے کیوں۔

''ہوں مگر قیدی نہیں فضاؤں میں اڑنے والے آزاد پنچھی۔'' پھوپھو نے اس کے

استفسار پہ بتایا تھا یہ حسان کا شوق ہے۔

''آپ نے انہیں قید کیوں کر دیا ہے۔'' اس نے اچانک مڑ کر اسے دیکھا جو بہت توجہ بہت دھیان سے اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے متوجہ ہونے پر بے ساختہ مسکرایا۔

''اس لیے کہ تمہاری طرح یہ بھی مجھے پسند آگئے ہیں اچھے لگتے ہیں۔''

آئنہ کے اندر ناگواری اور تلخی کا احساس بہت تیزی سے پھیلا مگر ایک بار پھر کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ امڈتے اشتعال کو لب بھینچ کر دبائے خود کو کچھ کہنے سے باز رکھ پائی۔

''کیا جو اچھا لگتا ہے اسے آپ یونہی قید کر لیتے ہیں۔''

اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا حسان اس کا بگڑا ہوا انداز پوری طرح محسوس کرتا زور سے ہنسا تھا پھر آہستگی سے چلتا اس کے عین مقابل آن ٹھہرا۔

''جو اچھا لگے اسے ہی تو قید کرنے کا لطف ہے۔''

اس کی خفا خفا سی آنکھوں میں جھانک کر وہ جانے کیا جتانا چاہ رہا تھا آئنہ کے اندر ان نگاہوں کا ارتکاز اور سرد سا انداز بہت سرعت سے خوف کا احساس بن کر بکھرا۔

''مگر یہ تو سراسر زیادتی ہے آپ اس حد تک اذیت پسند ہوں گے میں نہیں جانتی تھی۔'' اس نے بھرپور خفگی سے کہا۔

''زیادتی کیوں سلی گرل، یہ قید تو محبت کی قید ہے تاکہ من چاہی چیز دام رسائی میں ہی نہیں نگاہوں کے سامنے بھی رہے۔'' وہ مسکراہٹ ضبط کرتا ہوا بولا تو آئنہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

''آپ انہیں آزاد کیوں نہیں کرتے۔''

''تم کہو گی تو کر دوں گا ورنہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔'' انداز سراسر احسان جتانے والا تھا آئنہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور کچھ کہے بغیر اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆

''تمہاری آنکھیں بہت خوب صورت ہیں آئنہ۔''

ابھی کچھ دیر قبل وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوئی تھی کھانے کی ٹیبل پہ آئی تو دوپٹہ ابھی تک نماز کے اسٹائل میں لپٹا ہوا تھا اس مقدس سے روپ نے اس کی معصومیت بھری

دلکشی کو ایسا انوکھا نکھار بخشا تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود نگاہ نہیں ہٹا پایا۔

''جی۔'' وہ خائف سی ہو کر رہ گئی اس وقت ٹیبل پہ ان دونوں کے سوا تیسری ملازمہ تھی جو کھانے کی ڈشز بہت سلیقے سے رکھ رہی تھی۔

''اوہ خفا ہو گئیں، کم آن آئمہ کیوں مجھے قدم قدم پہ حیران کرنے کا عہد کر لیا ہے، اسلام آباد جیسے شہر میں رہ کر بھی اگر تم آزاد خیال نہیں بن سکیں تب بھی مائی ڈیئر اظہار تو ہر دور میں عورت کی طلب رہی ہے تم اس قدر انوکھی کیوں ہو، چاہے وہ عورت فیشن ایبل ہو، بولڈ ہو یا پھر محدود سے ذہن کی مالک، بہر حال مرد کا برملا اظہار پسندیدگی اسے ایک نئے انوکھے خوش کن احساس سے روشناس کراتا ہے۔''

اس کے چہرے پہ اپنی بات کے جواب میں جو ناگواری محسوس کی تھی اسے دیکھتے وہ بہت عجیب انداز میں کہتا چلا گیا، تب آئمہ کی نگاہوں میں موجود سرد سا تاثر گھمبیر قسم کی خفگی میں ڈھل گیا۔

''سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں اسلام آباد میں رہتی ہوں انگلینڈ یا امریکہ میں نہیں، دوسری بات میں کلیئر کر دوں کہ آزادی اور بے حیائی یہاں ہوتی ہے اپنے ذہن میں......''

اس نے سر کی سمت اشارہ کیا۔

'' آپ کی بات بالکل درست ہے حسان بھائی کہ اظہار پسندیدگی اور تعریف ہر عورت کی کمزوری ہے حقیقتاً میری بھی ہے مگر جائز تعریف اور جائز پسندیدگی، یہ بات آپ کی بجائے اگر میں اپنے شوہر کے منہ سے سنتی تو مجھے یقیناً اچھا لگتا مگر اب نہیں، مائنڈ اٹ پلیز بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم۔'' اس کا موڈ کچھ اس طور پر غارت ہوا تھا کہ وہ مزید ایک پل بھی وہاں نہیں ٹھہری تھی کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم راضی ہو جاؤ تو یہ بھی مشکل نہیں۔'' وہ اس کے پیچھے معنی خیزی سے ہانک لگا کر بولا تھا، آئمہ کو شدید قسم کا تاؤ آ گیا، اس سے قبل کہ وہ اپنی یہ برہمی واضح کرتی، بالائی منزل سے کسی کے زور سے چیخنے کی آوازرات کے سناٹے میں دور تک گونجتی چلی گئی۔ وہ ہڑبڑا کر باہر بھاگ جانا چاہتی تھی کہ حسان کی مداخلت پہ ٹھٹک گئی۔

''رک جاؤ آئمہ۔'' حسان کی سرد ٹھہری ہوئی آواز پہ وہ الجھ کر پلٹی۔

''کچھ نہیں ہے ٹیک اٹ ایزی۔''

''ہم مگر میں نے خود دیکھا ہے وہ وہاں۔'' وہ ہکلائی ابھی کچھ لمحوں قبل کی تمام تر تلخ کلامی بھلائے وہ ایک نئی فکر میں ہلکان تھی۔

''ہاں بولو کیا دیکھا۔'' حسان اپنی جگہ چھوڑتا ہوا اٹھ کے اس کے قریب آیا اس کی آنکھوں سے چھلکتے خوف اور تشویش کو دیکھ کر درشتی سے بولا، تب آئمہ نے عجیب سے انداز میں چونکتے ہوئے اس کے اس ناگوار تاثر کو دھیان سے دیکھا، حسان اس کی نگاہ کو ٹھٹکتے پا کر فوری ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

''بیٹھو بتاتا ہوں۔''

''نہیں میں پھپھو سے پوچھ لوں گی۔''

وہ اس سے کترا گئی تھی اور تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی، اس احساس سے بے خبر کہ حسان پیچ و تاب کھا رہا ہے۔

☆☆☆

''صبا وہاں اوپر کوئی رہتا ہے۔'' وہ سخت بے چین تھی مگر بظاہر بہت سرسری سے انداز میں پوچھا تھا۔

''ہاں آسیب۔'' صبا نے فیشن میگزین کا صفحہ پلٹتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔

''واٹ، مگر وہ تو ایک اچھا خاصا انسان تھا۔''

''ارے۔'' صبا اس کا فق چہرہ دیکھ کر زور سے ہنسی۔

''پاگل ہے وہ۔''

''ارے کوئی آسیب نہیں ہے وہ ہمارا سگا تایا زاد ہے مگر مکمل طور پر ذہنی مریض ہے۔'' آئمہ ششدر سی بیٹھی رہ گئی۔

''اس کے علاوہ استھما کا مریض ہے مکمل طور پر پاگل ہے بے چارا، اسے مینٹل ہاسٹل میں ہونا چاہیے جس قدر وہ خطرناک ہے وحشی جنونی ہو جاتا ہے، جب دورہ پڑتا ہے، توڑ پھوڑ کرتا ہے، چیختا چلاتا ہے اس رات تم نے وہ چیخیں سنی تھیں نا، بسا اوقات تو اپنے آس پاس موجود لوگوں کو جان سے مار دینا چاہتا ہے، یو نو بڑی اماں کو تو اس نے کئی بار گلا دبا کر

مارنے کی کوشش بھی کی مگر..... مگر" وہ مکمل طور پر حراساں ہو چکی تھی، اس کی بڑی بڑی ساحر آنکھیں تحیر و استعجاب سے پھیل کر مزید کشادہ ہو گئیں۔

"مگر اللہ نے بچا لیا۔" صبا آہستگی سے کہہ رہی تھی۔

"اچھا۔"

"مگر جب میں نے اسے دیکھا تب تو نارمل نظر آ رہا تھا۔ وہ اچھا خاصا الجھی۔

"دور سے کیا پتا لگتا ہے یہ سب میں نے تمہیں اس لیے بتایا ہے کہ تم احتیاط کرنا ذرا بچ کر رہنا۔" وہ اسے نصیحت کر کے چلتی بنی تھی آئمہ گم سم بیٹھی تھی۔

☆☆☆

گرمیاں رخصت ہو چکی تھیں، یہ سہ پہر کا وقت تھا، موسم اچھا ہو رہا تھا، وہ اپنے کمرے سے نکلی تو ہر سو خاموشی کا بسیرا تھا، لاؤنج میں جھانکا جو خالی پڑا تھا، کچھ سوچ کر وہ لان کی سائیڈ سے اوپری منزل پہ جاتے زینے کی سمت آ گئی، جانے کیوں صبا کی بڑی اماں اور ان کے بیٹے کے متعلق جان کر اس کے نرم ہمدرد دل میں دونوں ماں بیٹے کے لیے ہمدردی کا احساس امڈ آیا تھا، ارادہ ان سے مل کر بات چیت کر کے یونہی دل بہلانے کا تھا، بوریت اور تنہائی دور کرنے کا تھا، مگر زینہ طے کر کے اوپر آنے پر سیڑھیوں کے اختتام پہ موجود دروازہ بھڑا ہوا پا کر وہ کچھ دیر یونہی کسی سوچ میں گم ہو گئی۔

آنے کو تو آ گئی تھی مگر اب کچھ متذبذب سی تھی، کیا خبر پہلے ہی قدم پہ سامنا اس خبطی انسان سے ہو جائے اپنے اس خیال کو جھٹکتے ہوئے اس نے بند دروازے پہ ہلکا سا دباؤ ڈالا تو لکڑی کا وہ رنگ اڑا دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ سے کھلتا چلا گیا، اللہ کا نام لے کر اس نے اندر قدم رکھ دیا تھا کہ دل میں اس سنکی کا خیال بہر حال خفیف سا خوف پیدا کر رہا تھا مگر فطری تجسس نے اسے قدم بڑھانے پہ مجبور کر دیا تھا۔

"کون آئمہ بیٹی۔" وہ غالباً کچن تھا جہاں سے اس کی پکار کے جواب میں قدرے فربہ جسم کی ادھیڑ عمر خاتون نے دروازے سے جھانکا اور بہت اپنائیت سے مسکرائیں، آئمہ کو بہت سی حیرانی نے آن لیا بھلا وہ اس سے کیسے واقف تھیں۔

"آؤ بچی بہت خوشی ہوئی تمہیں یہاں دیکھ کر۔"

خود سے بڑھ کر اسے لپٹا کر پیار کرتیں وہ اسے پھپھو اور صبا وغیرہ کے بیانات

سے یکسر مختلف بہت مشفق اور نرم خو محسوس ہوئی تھیں۔

"سوری مجھے تو بالکل پتا نہیں تھا کہ پھپھو کے علاوہ ان کا کوئی اور اتنا قریبی رشتہ بھی یہاں رہائش پذیر ہے، ورنہ پہلے ہی ملنے چلی آتی، ویسے آپ نے کیسے پہچان لیا اتنی جلدی مجھے۔"

ابھی خاصی خجالت محسوس کرتی آخر میں وہ کچھ حیرانی سے بولی تھی۔

"میں نے تمہیں اکثر لان میں دیکھا تھا اور یہ تو پتا چل ہی گیا تھا کہ تم آئمہ ہو، ماشاء اللہ بہت پیاری تھیں بچپن میں تم، مگر اب کچھ اور بھی زیادہ پیاری ہو گئی ہو، اللہ صورت کی طرح نصیب بھی روشن کرے۔"

اسے کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتیں وہ پنکھا چلا چکی تھیں۔

"اطمینان سے بیٹھو بیٹا میں ذرا چولہا بند کر دوں۔"

اثبات میں سر ہلا کے وہ گہرا سانس کھینچتی اطراف میں نگاہ دوڑاتے چونک سی گئی، پلستر اکھڑی دیواریں، برآمدے کے آگے تنی چق اور خستہ حال میز، جس کرسی پہ وہ بیٹھی تھی اس کا رنگ روغن بھی جانے کب کا اڑ چکا تھا، کینوں کی حالت زار کا چیخ کر اعلان کر رہی تھیں۔

اسے عجیب سی حیرت نے آن لیا، نیچے اور اوپر کے حالات میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

"اور سناؤ بچی تمہارے بابا اور مما تو ٹھیک ہیں نا۔"

بڑی اماں چھوٹی ٹرے میں گلاس سجائے چلی آئیں۔

"تھینکس۔"

طلب نہ ہوتے ہوتے بھی اس نے بہت خوش دلی سے گلاس تھاما اور چھوٹا سا سپ لیا۔

"بابا اور مما تو عمرہ کے لیے گئے ہیں۔ تبھی میں یہاں نظر آ رہی ہوں۔" ہلکے سے مسکرا کر اس نے کہا۔

"اچھا پھر تو مبارک باد کے مستحق ہیں ماشاء اللہ۔"

ان کے تاثرات میں یکا یک عقیدت بھری خوشگواری لہرائی۔

"آپ یہاں تنہا رہتی ہیں۔" ایک اور سپ لے کر اس نے کمال معصومیت سے ادھر ادھر دیکھتے یہی تاثر دیا جیسے وہ واقعی کچھ نہیں جانتی، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ان کے

بیٹے کے متعلق ہی جاننے کی خواہش لے کر یہاں آئی تھی۔

جب سے اس نے ریحان سے سنا تھا کہ وہ ہاورڈ یونیورسٹی کا کوالیفائیڈ تھا اور اب پچھے چار سالوں سے نیم دیوانگی کے عالم میں تھا، اس کے اندر عجیب کھد بد لگ گئی تھی، اس نے ریحان سے اس سلسلے میں مزید جاننے کی سعی کی تھی مگر ریحان دوبارہ کچھ منہ سے نہیں پھوٹا تھا یہ بات بھی جانے کیسے اس کے منہ سے پھسل گئی تھی، اس نے اذلان اور پھپھو کی خونخوار نظروں کو بہت حیرانی سے تکا تھا، تب اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے ہرصورت اس مسٹری سے آگاہ ہونا ہے، وہ پراسرار سا شخص اپنی تمام تر پراسراریت سمیت اس کے نزدیک اہمیت حاصل کر چکا تھا۔

"نہیں میرا بیٹا ہے معید وہ میرے ساتھ رہتا ہے اس وقت سو رہا ہے۔"

بڑی اماں نے رسانیت سے کہا مگر اس کی تشفی نہیں ہوئی تھی اس ادھورے جواب سے، جبھی چونکتے ہوئے انہیں دیکھ کر بڑی معصومیت و حیرانی کا مظاہرہ کرتے آنکھیں پھیلائیں۔

"اس وقت سو رہے ہیں خیریت۔" اپنی اس ایکٹنگ پہ وہ خود کو دل ہی دل میں داد دیے بغیر نہیں رہ پائی، چند دنوں میں بابا اور مما کو واپس آجانا تھا تو ظاہری بات تھی، اس کے یہاں قیام کا جواز ختم ہو جاتا اور وہ جانے سے قبل اس راز کو پالینے کی خواہش مند تھی۔

"ہوں دراصل اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

اس نے بہت شدت سے محسوس کیا اتنی سی بات کرتے بڑی اماں کی آنکھوں میں لہجے میں نمی اتری ہے۔

"خیریت۔" وہ بغور انہیں تکنے لگی، البتہ یہ جان کر کہ وہ شخص واقعی پاگل ہے اسے عجیب سے دکھ نے آن گھیرا تھا، جانے کیوں سب کے کہنے کا وہ یقین نہیں کر پائی تھی کہ جب اس نے اسے بالکنی میں دیکھا تھا تو کسی انداز سے بھی وہ ابنارمل محسوس نہیں ہوا تھا۔

"ہوں وہ بیمار ہی رہتا ہے۔" بڑی اماں نے مختصر جواب دے کر ایک بار پھر سر جھکا لیا، انداز کی رنجیدگی اور افسردگی چھپائے نہ چھپی۔

"تو ان کا علاج کروائیں نا بڑی اماں۔" اس نے تسلی کے انداز میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پہ رکھ کر کہا۔

"ہوں۔" وہ اب لب کچل رہی تھیں جھکا سر کچھ اور جھک گیا وہ یوں چپ تھیں جیسے اب کبھی نہ بولیں گی آئمہ کے پاس جیسے کچھ بھی کہنے کو باقی نہیں رہا تھا۔

☆☆☆

ماہیں نی ماہیں منڈیر پہ تیری بول رہا ہے کاگا
جوگن ہوگئی تیری دلاری من جوگی سن لاگا

موسم بہت اچھا تھا آسمان پہ کالی گھٹائیں امڈی چلی آرہی تھیں تو خوش گوار سی ہوا کے دوش پہ لہراتے پھول پودے اس کے من آنگن میں مستی بھر گئے تھے۔

اس نے کمرے سے موسم کی خوب صورتی کو محسوس کیا اور جوتے پہن کر باہر آگئی لان میں ٹہلتے ہوئے آپ ہی آپ اس کے لبوں پہ گنگناہٹیں اتر آئی تھیں یونہی گنگناتے ہوئے اس نے گلابی پھولوں سے لدی بیل کو پکڑ کر ہلکا سا جھٹکا دیا تو اس نے فراخدلی سے پھول نچھاور کر دیئے وہ بے اختیار مسکرا دی، خود میں مگن اس قدر تھی کہ اسے بالائی منزل کی بالکونی سے اپنی سمت تکتی ان نگاہوں کا قطعی احساس نہ ہوسکا جن کی وحشت ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی جارہی تھی۔ گرین گھاس پہ آتشی گلابی لباس میں ملبوس وہ اڑتے آنچل کو سنبھالنے کو ہلکان لڑکی اس کے اندر دیوانگی کو جنم دینے لگی۔

"سویرا۔" اس نے سختی سے ریلنگ تھام کر آنکھیں پھاڑ ی تھیں۔ یہاں وہاں متحرک وہ دلکش نازک پیکر اس کا الوژن نہیں ہے، یہ خیال اس کے شعور نے اسے بہت تیزی سے بخشا تھا، اگلے ہی لمحے وہ ریلنگ چھوڑ کر سیڑھیوں کی سمت بھاگا۔

"معید" بڑی اماں نے اسے یوں اندھادھند دروازہ کھول کر سیڑھیاں پھلانگتے دیکھا تو کپڑے دھوتے یونہی اس کے پیچھے لپکیں، مگر وہ ان کی پکار نظر انداز کرتا باقی ماندہ سیڑھیاں بھی پھلانگ گیا تھا، لان تک آتے ہی اس کا سانس پھول گیا تھا۔

"سویرا، سویرا تم کہاں چلی گئی تھیں۔" وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی اس کا بازو اپنے آہنی ہاتھ میں دبوچتا اپنی جانب گھسیٹتا ہوا وہ پروحشت انداز میں بے ربط سا ہوا تھا، جبکہ آئمہ تو اسے روبرو بلکہ اتنا نزدیک پاکر خوف کی زیادتی سے گنگ ہوگئی تھی خوف کی سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں بہت سرعت سے پھیلتی چلی گئی۔

"کیوں چلی گئی تھیں، مجھے تنہا چھوڑ کر تمہیں پتا تھا نا، کہ تم...... میں تمہارے بغیر

نہیں رہ سکتا۔"

ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور چھلک پڑتی خوف زدہ آنکھوں سے امڈتی جنوں خیزی، وہ مکمل طور پر حواسوں سے باہر ہو رہا تھا۔ وہ پوری ہستی سمیت ہل کر رہ گئی تھی، اس کا لمس ناگواری کا برقی رو بن کر احساس اس کے پورے وجود میں سرایت کر چکا تھا مگر اس احساس پر بھی حاوی جو احساس تھا وہ خوف اور بے بسی کا تھا۔

"کیا کر رہے ہو چھوڑو مجھے۔" ماہی بے آب کی مانند مچل کر وہ اس کی گرفت سے نکلنے کو بے قرار ہوئی تھی، جب معید نے جانے کسی خوف کے زیر اثر اسے چھوڑنے کی بجائے پر دہشت سے انداز میں اپنی جانب کھینچ کر مجنونانہ سی کیفیت میں بازوؤں میں جکڑ کر بے بس کر ڈالا۔

"نا..... نہیں چھوڑوں گا، اب کبھی نہیں چھوڑوں گا، تم چلی جاؤ گی، تم مجھے چھوڑ کر چلی جاتی ہو۔"

اس کے لہجے کی دہشت اور تیزی پہ بے بسی اور آنسوؤں کی نمی غالب آ گئی، آئمہ اگر اس حد تک سراسیمہ و متوحش نہ ہو چکی ہوتی، تو اس کا گھٹ گھٹ کر رونا ضرور محسوس کرتی، اپنا پورا زور لگا کر بھی وہ اس سے اپنا آپ چھڑانے میں کامیاب نہ ہو پائی تو سراسیمگی و بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتی زور زور سے رونے لگی، مگر وہاں مطلق اثر نہ ہوا تھا۔

وہ اس کے سر اور چہرے کے مختلف نقوش کو چومتا ہوا بھینچے ہوئے لہجے میں جانے کیا کچھ کہے جا رہا تھا، بڑی اماں گرتی پڑتی لان میں پہنچ چکی تھیں اور اب اسے کسی نہ کسی طرح معید کی گرفت سے آزاد کرانے کی سعی میں مصروف معید دو چار ایک خاصے دھموکے لگا چکی تھیں، مگر وہ تو جیسے پاگل ہو چکا تھا۔

اندرونی حصے سے نکل کر پورچ کی طرف جانے کو لان کی سیڑھیاں اترتے حسان نے یہ سلگتا ہوا منظر دیکھ کر حواسوں پہ بجلی گرتے محسوس کی، مگر اگلے ہی لمحے اس میں جیسے پارہ بھر گیا تھا، درمیانی فاصلہ سمیٹتے ہوئے وہ بالکل کسی خونخوار وحشی درندے کی مانند ہی معید پہ جھپٹا تھا اور ایک ہی جھٹکے میں اسے آئمہ سے الگ کر کے اپنی جانب کھینچتے ہی اسے لاتوں اور گھونسوں کی زد پہ رکھ لیا۔

آئمہ اس جھٹکے میں بے توازن ہو کر دور گری تھی گالوں پہ بہتے آنسوؤں کو

پونچھے بغیر اس نے بکھرے حواسوں کو مجتمع کرتے ہوئے اٹھنا چاہا، مگر یہ دیکھ کر اسے شاک لگا تھا، کہ اتنی سی دیر میں گھر کے تقریباً تمام مکین وہاں جمع ہو چکے تھے، گھبراہٹ، سبکی، شرم اور خوف کا احساس اسے زمین میں گاڑھ گیا، حسان میں تو جیسے کوئی جن سما گیا تھا، چند لمحوں کے اندر اس نے معید کی حالت بگاڑ دی تھی، بے دریغ مغلظات بکتے ہوئے وہ ابھی تک اسے ٹھوکروں کی زد پہ رکھے ہوئے تھا۔ معید لہولہان ہو رہا تھا جبکہ بڑی اماں بلک بلک کر روتی اسے بچانے کی ناکام کوشش میں مصروف تھیں، معید کی ہذیانی چیخوں سے در و دیوار لرزنے لگے تھے۔

"پاگل ہو گئے ہو حسان، جان سے مارو گے چھوڑو اسے دفع کرو چاند، لعنت بھیجو۔" بڑی اماں زور زور سے فریادی انداز میں روتیں معید کو اس سے چھڑانے کی کوشش میں حسان کی لاتیں اور مکے اپنے ناتواں وجود پہ سہہ چکی تھیں، تب پھپھو جو تب سے خاموش تماشائی بنی کھڑی تھیں، احسان جتانے والے انداز میں حسان کو روکتے ہوئے بولیں۔

"میں زندہ نہیں چھوڑوں گا اسے، جان سے مار ڈالوں گا، زندگی عذاب بنا کے رکھ دی ہے۔" وہ دانت کچکچا کے چیخا، آئمہ جو کچھ لمحوں قبل حد درجہ شرمندگی ناگواری کے احساس سے مغلوب تھی حسان کا یہ انداز پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی گویا قوت گویائی کھو بیٹھی، پھپھو کے پکڑتے پکڑتے بھی اس نے بپھرے ہوئے انداز میں مچل کر بڑی اماں کے دقتوں سے سہارا دے کر بمشکل کھڑا کیے معید کے منہ پہ گھونسا دے مارا تھا، وہ یہ جھٹکا سہارے بغیر لڑکھڑایا تھا اور اچھل کر دو فٹ دور سر کے بل جا گرا، اس کی ناک سے خون فوارے کی مانند ابل کر باہر آیا تھا، آئمہ کے حلق سے بے اختیار گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی، وہ بے اختیار بھاگ کر گرے ہوئے معید کے پاس آئی تھی مگر بڑی اماں روتے ہوئے اس کی ناک پہ اپنا دوپٹہ رکھ چکی تھیں۔

"شکل گم کرو اس کی، ورنہ ضائع ہو جائے گا میرے ہاتھوں سے۔"

وہ چیخ کر کہہ رہا تھا، آئمہ نے گردن موڑ کر تیز نظروں سے اسے دیکھا اور پلٹ کر تیز قدموں سے اندر بھاگ گئی۔

☆☆☆

"میں نے کہا تھا نا تم سے محتاط رہنا اس سے مگر تم....." وہ متورم چہرے اور سوجی

ہوئی آنکھیں لیے بیٹھی تھی جب حسان اس کے سر پہ آ کر برسا۔ آئمہ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، وہ اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی، اس کے دل و دماغ میں ایک ہیجان سا برپا تھا۔

"وہ ایک ٹوٹلی میڈ انسان ہے"۔ ابنارمل اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ "سویرا جانے وہ کون تھی۔" اس نے بوجھل دل سے سوچا۔

"حسان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا وہ اتنا ایموشنل کیوں ہو رہا تھا۔ حالانکہ برا تو مجھے لگنا چاہیے، "کیا مجھے برا لگا۔" اس نے اپنا دل ٹٹولا اور عجیب سے سناٹے کو محسوس کرنے لگی۔ ایک ایسے شخص کی حرکت ہرگز قابل گرفت نہیں ہو سکتی، جو اپنے حواسوں میں نہ ہو، خاصی دیر کے بعد اس نے یہ طے کیا تھا۔ حسان اس کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد پاؤں پٹختا چلا گیا تھا۔

"کس بے دردی سے مارا تھا حسان نے، "اگر اسے کچھ ہو جاتا تو اف۔"

اسے جھرجھری سی آ گئی، اسے بیچ بیچ ان دونوں سے ہمدردی محسوس ہوئی، ساتھ ہی وہ سب کچھ نئے سرے سے یاد کرتے وہ ایک اضطرابی کیفیت کا شکار ہوئی تھی۔

"آئی ایم ساری آئمہ یقیناً تمہیں اچھا نہیں لگا" مجھے تمہیں یوں نہیں ڈانٹنا چاہیے تھا۔ وہ ایک بار پھر سامنے تھا، نہایا دھویا فریش کہیں جانے کو تیار، کچھ لمحوں قبل کا واقعہ جیسے یکسر فراموش ہو چکا تھا، اسے اس کی بے حسی اور سنگدلی بہت شدت سے محسوس ہوئی۔

"مجھ سے پہلے یہ ایکسکیوز آپ کو بڑی اماں اور ان کے بیٹے سے کرنا چاہیے تھا۔" اسے اتنا غصہ آیا تھا کہ ناگواری سے کہہ گئی، حسان نے اچھا خاصا چونک کر بھنویں اچکاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اچھا مذاق نہیں کرو اپنا موڈ بحال کرو۔"

"پلیز حسان۔" اس نے ٹوک دیا۔

"آپ گلٹی فیل نہیں کر رہے کہ آپ نے ناجائز کسی سے اتنی بدسلوکی کی۔" جانے کیوں اسے وہ احساس بخشنا چاہتی تھی جو شاید کبھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

"تم کچھ نہیں جانتی ہو آئمہ، اس لیے تم اس معاملہ سے الگ رہو۔"

اس کے چہرے و آنکھوں سے یکایک درشتی چھلکی۔

"جو کچھ بھی ہوا مجھے غرض نہیں، میں اب کی بات کر رہی ہوں، میری وجہ سے آپ نے اسے ٹارچر کیا وائے۔" چبھتے ہوئے لہجے میں کہہ کر وہ اسے بھڑکا گئی۔

"اوہ آئی سی، کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں اس سنکی سے ہمدردی ہو گئی ہے۔ محض ہمدردی سمجھوں اسے یا کچھ اور بھی، کیونکہ اس کی صورت پہ تم جیسی بہت احمق یونہی مرمٹی ہیں۔" زہر میں بجھا ہوا لہجہ اور تیکھا انداز آئمہ کو دو دھاری تلوار کی طرح کاٹ گیا۔

"شٹ اپ، ول یو شٹ اپ۔" وہ ضبط کھو کر چلائی تھی۔

"آپ کی پست سوچ کا ابھی ابھی اندازہ ہوا ہے مجھے، اس قدر گری ہوئی ذہنیت ہے آپ کی، مجھے افسوس ہو رہا ہے، میری نارمل فیلنگ کو جو رنگ دینے کی آپ کوشش کر رہے ہیں، وہ آپ کی سوچ کی غماز ہے۔"

بھنچے ہوئے لہجے میں کہتی وہ تن فن کرتی وہاں سے چلی گئی۔ حسان نے لب بھینچ کر اپنے اشتعال پہ قابو پایا تھا۔

"تمہارا مجھے کچھ کرنا پڑے گا سعید حسن، ورنہ کچھ بھی ایسا ہو سکتا ہے، جو مجھے مر کے بھی گوارا نہیں، اور اگر اب کچھ ایسا ویسا ہوا تو تمہیں میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

اس نے ہونٹ سکوڑ کر نفرت سے کہا اور جھٹکے سے پلٹ کر باہر نکلتا چلا گیا۔

☆☆☆

"مجھے افسوس ہے بڑی اماں کہ میری وجہ سے۔"

اس کا احساس جرم ہی اسے وہاں دوبارہ کھینچ لے گیا تھا، اور اب وہ کسی مجرم کی طرح ہی سر جھکائے ان کے سامنے بیٹھی تھی، بڑی اماں نے شدت گریہ سے سوجی آنکھوں سے اسے دیکھا اور سرد آہ بھری۔

"تم کیوں پریشان ہوتی ہو میری بچی، یہ میرے بیٹے کا نصیب ہے۔"

"مگر یہ زیادتی ہوئی ہے بڑی اماں ان کے ساتھ، حسان کو کس نے حق دیا تھا یوں ہاتھ اٹھانے کا۔" بڑی اماں نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا اور کچھ کہے بغیر سر جھکا لیا۔

"بڑی اماں پلیز کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں سویرا کون ہے؟ سعید کو غالباً مجھ پر سویرا کا گمان ہوا تھا۔" ان کے ہاتھ پہ نازک ہاتھ رکھتے وہ بہت التجائیہ انداز میں بولی تو اس مرتبہ بڑی اماں بھی خود پہ ضبط نہ کر پائیں کتنے ہی آنسو ان کے گالوں کو بھگوتے، گریبان

میں گم ہو گئے تھے۔

''سویرا کی وجہ سے ہی تو میرا بچہ ان نوبتوں کو پہنچا، وہ پاگل نہیں ہے، میرا بچہ پاگل نہیں ہے۔''

''یہ ہمیشہ سے ایسا تھوڑا ہی تھا، یہ تو اتنا خوبرو، اتنا شاندار تھا کہ جہاں چلا جاتا، بس ہر شخص صرف اسے ہی دیکھا کرتا، اس کی یہی صورت، یہی خوبروئی، اس کے لیے عذاب بن گئی۔''

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولتے بولتے یکدم چپ ہوئیں، انداز چونکنے کا سا تھا، اس سے پہلے کہ آئمہ کچھ سمجھتی، وہ یکلخت اٹھی تھیں۔ ان کے چہرے پہ گھبراہٹ یکبارگی اُمڈی تھی۔

آئمہ نے حیرت سے انہیں اندر کمرے کی سمت بھاگتے دیکھا، کچھ ثانیوں کو وہ ہونق سی وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔ مگر پھر سنبھل کر اٹھتے ہوئے ان کے پیچھے کمرے میں آئی اور اپنی جگہ سکتے میں آ گئی تھی۔ کمرے کے وسط میں بچھے پلنگ پہ معید چت لیٹا تھا۔ اس کے جسم کو از خود لگتے ہوئے جھٹکوں کو، آئمہ نے استعجاب اور خوف کی نگاہ سے دیکھا۔ بڑی اماں نے اندھوں کی طرح لپک کر پہلے اسے سنبھالنے کی سعی کی تھی، پھر سائیڈ ٹیبل پر دھرے ان ہیلر کو کانپتے ہاتھوں سے اٹھایا تھا، اور بری طرح سے کھانستے معید کے ہونٹوں سے لگانے کی کوشش کی، مگر ان کے ہاتھ بری طرح کپکپا رہے تھے۔

''معید سانس لو بیٹے، سانس اندر کھینچو۔'' بھیگی آواز میں چیخ کر کہتے ہوئے انہوں نے ان ہیلر کا ڈھکن کھولے بغیر کنیسٹر دبایا، یقیناً وہ گھبراہٹ و سراسیمگی کے عالم میں اس طرف دھیان نہیں دے پائی تھیں، آئمہ کا دل دکھ کی انتہائی شدت سے بھنچنے لگا۔

''تو گویا یہ شخص استھما کا بھی مریض ہے۔'' اس نے انتہائی کرب سے سوچا، اور بے اختیار آگے بڑھ آئی۔

''بڑی اماں میں کرتی ہوں۔''

ان کے بری طرح لرزتے ہاتھوں سے ان ہیلر لے کر اچھی طرح اوپر تلے ہلانے کے بعد اس نے ماؤتھ پیس کا ڈھکن ہٹا کر، ان ہیلر معید کے پھڑپھڑاتے نیلے پڑے ہونٹوں سے لگا دیا۔

''سانس کو اندر کھینچیں۔'' اس نے معید کی پیشانی پہ موتیوں کی مانند چمکتی پسینے کی بوندوں کو آزردگی سے تکتے نرمی و ملائمت سے کہا اور کنیسٹر کو دبا کر دوائی کا پف اس کے حلق تک پہنچایا۔ معید کی ہنوز وہی حالت تھی، یہی وجہ تھی، کہ اسے خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کے اپنے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ البتہ اس نے بڑی اماں کی طرح حواس نہیں کھوئے تھے۔ چند منٹ کے بعد اس نے متعدد بار اس عمل کو دہرایا۔

''اب آہستہ آہستہ سانس لیں۔'' اس کے نقاہت زدہ چہرے پہ موجود تکلیف کے آثار کو تکتے ہوئے اس نے نرمی و آہستگی سے کہا، اس کا تنفس بحال ہوتے دیکھ کر آئمہ نے بے اختیار گہرا سانس کھینچ کر لیتے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کے سینے سے آتی خرخر کی آواز بتدریج کم ہو کر بالکل ختم ہو چکی تھی۔ جسم ڈھیلا چھوڑے وہ بے دم سے انداز میں پڑا تھا۔

آئمہ نے پیچھے ہٹتے ہوئے ان ہیلر کا ڈھکنا لگانے کے بعد سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا۔ بڑی اماں اس کی پیشانی اور چہرے پہ بہتے پسینے کو صاف کرنے کے بعد گھنیرے بالوں میں ہاتھ پھیرتی آنسو ضبط کر رہی تھیں، مگر شدید ضبط کے باوجود ان کے کانپتے ہوئے ہونٹ ان کے دل کی کیفیت اس پہ عیاں کر گئے۔

''ٹیک اٹ ایزی اماں اب یہ بالکل ٹھیک ہیں۔''

اس نے پیچھے سے آ کر ان کے کاندھوں کو چھو کر تسلی سے نوازا، اور غیر ارادی طور پہ معید کی سمت دیکھا، بھلی بڑھی ہوئی شیو پیشانی پہ بکھرے بالوں اور ہلدی کی مانند زرد ہوتی ہوئی رنگت...... وہ آنکھیں موندے پرسکون لیٹا تھا، دراز خمیدہ پلکیں، بوجھل پپوٹوں کی خوبصورتی کو بڑھا رہی تھیں۔ چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد چوڑا کڑیل جوان کس بے جان سے انداز میں بستر پہ ڈھیر تھا۔

''آخر کب تک سنبھالوں گی میں اسے، بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنا دم نہیں کہ یہ کر پاؤں، تم نے دیکھا، گھبراہٹ و پریشانی نے کیسے ہاتھ پیر پھلا دیئے تھے میرے، اور یہ پتا نہیں کس سے بدلہ لے رہا ہے، خود سے یا مجھ سے، کہ میرے سامنے یوں موت کی دہلیز کو چھونے لگتا ہے۔ اسے جب بھی دمے کا دورہ پڑتا ہے، یہ یونہی بے حس پڑا رہتا ہے۔ خود...... مشین کی مدد سے بھی سانس بحال کرنے کی کوشش نہیں کرتا، یہ تو چاہتا ہی یہی ہے کہ مجھ

سے پہلے قبر میں جا اترے، ایسا انوکھا نرالہ دکھ تھا اسکا کہ یوں زندگی سے بے زار ہو گیا، ماں پہ رحم نہیں آتا۔"

وہ انہیں تھام کر باہر لائی تو بڑی اماں اس کے کاندھے پہ سر رکھ کے روتیں بے ربط سی باتیں کرتی چلی گئیں۔ جن میں سے کچھ اس کے پلے پڑا تھا اور کچھ سر کے اوپر سے گزر گیا وہ کیا کہتی چپ گم سم بیٹھی رہی۔

"کیا انہیں ایسا ہر بار ایسا ہی شدید اٹیک ہوتا ہے بڑی اماں۔"

خاصی دیر بعد اس نے سر اٹھایا تھا، انہیں قدرے سنبھلا ہوا پا کر آہستگی سے پوچھا۔

"اگر مجھے بروقت پتا چل جائے تو میں ایسا نہیں ہونے دیتی، ان ہیلر لگا دیتی ہوں۔ لیکن اگر مجھے پتا نہ چلے تو یونہی ہوتا ہے۔"

بے بسی کے آنسو ایک بار پھر گالوں پہ اتر آئے۔

"یہ ایسا کیوں کرتے ہیں بڑی اماں، کیا وجہ ہے کہ یہ زندگی سے بے زار ہو چکے ہیں۔" اسے بڑی اماں کی درد بھری داستان پہ واقعی بہت ہمدردی ہو رہی تھی۔

"سویرا کی وجہ سے، اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہنا چاہتا۔" انہوں نے تنگی بھری۔

"ماں کی پرواہ نہیں۔"

"بڑی اماں یہ سویرا کون تھی۔" وہ اصل بات کی طرف آئی "اس کی بیوی تھی اس کے ہونے والے بچے کی ماں، بہت محبت کرتا تھا سعید اس سے، بہت چاہ سے بیاہ کر لایا تھا۔"

ان کے چہرے پہ دکھ کے سائے لرزنے لگے، وہ جیسے کہیں کھونے لگی تھیں۔

"پھر، پھر کیا ہوا تھا بڑی اماں۔"

اس نے ان کے ہاتھ پہ دباؤ ڈال کر توجہ حاصل کی۔

"پھر" انہوں نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"بہت خوش تھے دونوں، مگر ان کی خوشیوں کو نظر لگ گئی۔ سویرا مر گئی۔ سعید نے اسے جلتے ہوئے دیکھا تھا اور اپنے حواس گنوا دیے تھے۔ پورے دو سال یہ مینٹل اسپتال میں زیر علاج رہا۔ اپنا سب کچھ گروی رکھ کے میں نے اس کا علاج کروایا تھا۔ مگر یہ ٹھیک ہونا ہی نہیں چاہتا تھا۔ دو سالوں میں اس کی خود ساختہ ذہنی حالت تو ٹھیک ہو گئی، مگر وہاں سے نیا مرض لگ گیا تھا۔ دمہ کا مرض، اب بھی اسے کبھی کبھار دورہ پڑ جاتا ہے۔"

"بڑی اماں سویرا کیسے جلی تھی۔" اس کا ذہن اسی نقطے پہ ٹھہرا تھا بڑی اماں نے سرد آہ کھینچی تھی۔

"پتا نہیں بچی میں اس روز گھر پہ نہیں تھی، مجھے بس اتنا پتا، چلا کہ اس روز سویرا کھانا پکانے کچن میں گئی تھی، چولہے کا برنر کھلا رہ گیا تھا۔ ماچس جلاتے ہی آگ بھڑک اٹھی۔ جو لمحوں میں اس کے کپڑوں کو لپیٹ میں لے چکی تھی۔"

"کیا گھر پہ کوئی بھی نہیں تھا۔" اس نے متحیر نظروں سے انہیں دیکھا۔

"سب تھے، ملازم بھی تھے، مگر کوئی کچھ نہ کر سکا۔ سعید آفس سے آیا تو سویرا بری طرح جھلس چکی تھی۔ اسپتال جاتے جاتے راستے میں دم توڑ دیا۔"

وہ اس وقت کی اذیت سوچ کر پھر سے سسکنے لگیں۔ آئمہ میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ ان کے بہتے آنسو ہی صاف کر ڈالے۔

☆☆☆

"لائیں اماں آپ کے سر کا مساج کر دوں۔"

وہ پچھلے کئی دنوں سے مسلسل آ رہی تھی۔ آج انہیں سر میں تیل ڈالتے دیکھا تو اپنی خدمات پیش کر دیں۔

"ارے نہیں بچی تم تکلیف نہ کرو میں لگا رہی ہوں۔"

"ارے۔" وہ ذرا ہنسی "بڑی اماں تکلف مت برتا کریں۔"

"پتا ہے، میری مما کہتی ہیں، مجھ سے اچھا سر کا مساج اور کوئی نہیں کر سکتا۔ بہت سکون ہے میری انگلیوں کی نرم پوروں میں، آپ کو یقین آ جائے گا۔"

وہ ان کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بہت بے تکلفی سے بولی۔ بڑی اماں محض مسکرا دیں، وہ یونہی ان سے تکلف کی ہر دیوار گراتی جا رہی تھی وجہ وہ ہی احساس جرم تھا، وہ جب تک یہاں تھی، ان کی تنہائی دکھ اور افسردگی کے احساس کو کم تو نہیں البتہ بانٹ ضرور سکتی تھی۔

اسے اس بات کا ملال نہیں جاتا تھا کہ پیپسو کی فیملی کے متعلق جو کچھ اس نے محسوس کیا تھا وہ سب نا صرف بالکل صحیح تھا بلکہ وہ لوگ تو بے حسی اور سنگدلی میں بہت آگے تک چلے گئے تھے جہاں سے واپسی بھی شاید ممکن نہیں تھی۔ ان کے دلوں پہ مہر لگ چکی تھی تو

آنکھوں پہ پردے آن گرے تھے۔

اس نے محض ان کی آزمائش کے طور پہ گھر کے تمام افراد کے سامنے بڑی اماں کی کسمپرسی، بے چارگی اور معید کی خطرناک بیماری کے متعلق بات شروع کی ہی تھی، کہ پھپھو کے نرم چہرے پہ ہر دم بسیرا کیے رکھنے والی مسکراہٹ یوں غائب ہوئی تھی جیسے کسی نے اچانک لوڈ شیڈنگ کر دی ہو۔ وہ سب لوگ کھانے کی ٹیبل پہ تھے۔ اس نے محسوس کیا ہر چہرے پہ تناؤ کے ساتھ تنفر اور تلخی بھی بکھری ہے۔ سب سے برا حال تو حسان کا ہوا تھا، اس کی پیشانی پہ شکنوں کا جال بکھرا تھا تو نتھنے پھولنے لگے تھے۔

''تعاون کریں وہ بھی اس عورت کے ساتھ جس کا اکلوتا، خود سر اور جنونی بیٹا ہمارے سروں پہ ننگی تلوار بن کر لٹکتا رہتا ہے۔ شکر کریں کہ ہم نے اسے گھر پہ پناہ دے رکھی ہے۔ ورنہ ہمارے گھر میں بھی جوان لڑکی ہے۔ اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اس روز کی مثال تمہارے سامنے ہے۔''

حسان کو تو جیسے موقع ملا تھا، دل کی بھڑاس نکالنے کا، آئمہ تو بات کر کے پھنسی تھی۔

''آئی تھنک یہ گھر پھوپھا جان اور معید کے بابا کو ان کے والد صاحب کی طرف سے ورثے میں ملا ہوگا۔''

تب بھی پھپھو ان لوگوں کا آدھا حصہ تو بنتا ہوگا جبکہ وہ لوگ بدحالی کا شکار ہیں۔ اور آپ۔''

وہ خائف نہیں ہوئی تھی، اور ہوتی بھی کیوں؟ حق بات کے لیے تو اسے اگر اپنے باپ کے سامنے بھی ڈٹنا پڑتا تو وہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھی۔ اس نے محسوس کیا پھوپھا اس کی بات سن کر چونکے ہیں، اور بہت گہری، مگر پرستائش نظروں سے اسے دیکھا ہے۔ اتنے سارے افراد میں صرف وہی تھے جو اس سارے قصے سے لاتعلق اور بے نیاز کھانے میں مصروف تھے۔ مگر اب وہ بھی جیسے بھول گئے تھے کہ ابھی کچھ دیر قبل انہوں نے ڈش سے بریانی نکال کر بہت رغبت سے کھانا شروع کی تھی۔

''ہاں تھا اس گھر میں ان لوگوں کا بھی آدھا حصہ، مگر اب نہیں ہے۔ تمہیں کچھ پتا نہیں تو کیوں الوالو ہو رہی ہو اس معاملے میں، بڑی اماں نے اپنے بیٹے کا علاج شہر کے مہنگے ترین اسپتال سے کروایا، دو سال موصوف ان کی خواہش اور کوشش پہ پانی پھیرتے رہے اور لاکھوں کی رقم اس مد میں ضائع ہوتی گئی۔ بڑی اماں نے اپنا حصہ حتیٰ کہ اپنے شیئرز تک

ڈیڈ سے نکلوا لیے، اب ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس گھر میں رہ رہے ہیں اسے بھی ہماری مہربانی سمجھو۔''

حسان بول نہیں رہا تھا غرا رہا تھا۔ آئمہ نے مزید کچھ نہیں کہا۔ ویسے بھی جو کچھ جاننے کی متمنی تھی، وہ جان گئی تھی۔ اس نے شکر منایا تھا کہ مما کے کہنے پہ اس نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ وہ حسان کے متعلق سوچے، وہ اچھا لڑکا ہے۔ وہ کیسا تھا، وہ اچھی طرح جان گئی تھی۔ صرف اسے ہی نہیں ان سب کو۔

''کہاں گم ہو بچی، تمہیں ہی پکار رہی ہوں۔''

بڑی اماں نے اس کے ہاتھ تھام کر کہا تب وہ چونکی تھی۔

''جج جی۔'' وہ قدرے خفیف ہوئی۔

''کچھ نہیں۔''

''بیٹا بس کرو، تھک گئی ہوگی۔'' انہوں نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ کر کہا تو اس کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

☆☆☆

اس نے سرف میں بھگوئے کپڑے نل کے سامنے رکھ کر کھنگالے اور اچھی طرح نچوڑ کر بھیگنے کے بعد تار پہ پھیلا دیے، اپنے کام میں وہ اس حد تک مگن تھی کہ دروازے سے نکل کر باہر آتے معید حسن کو نہیں دیکھ سکی۔ جبکہ وہ اسے روبرو پا کے ٹھٹک کے رکا تھا۔ مگر اگلے ہی لمحے نگاہ کا زاویہ بدل کر بڑی اماں کو تلاشا، ناکامی کی صورت میں جھنجلا سا گیا۔

''اماں۔'' وہ لب بھینچ کر زور سے چلایا تھا۔ تب آئمہ بے اختیار پلٹی۔

''آ۔آپ۔'' وہ اسے روبرو پاتے ہی حواس باختہ نظر آنے لگی۔

بڑی اماں کو بہت تیز بخار میں کپڑے دھوتے دیکھ کر اس نے زبردستی ہٹا دیا، چیختے ہوئے ان کی آنکھوں سے پانی مسلسل بہہ رہا تھا، اس نے چائے کے ساتھ دوا کھلا کر سونے بھیج دیا اور خود ادھورا کام نبٹاتے اس کے وجود کو یکسر فراموش کر چکی تھی۔ ایسا کئی بار ہوا تھا، وہ کئی گھنٹے اماں کے ساتھ گزار کر چلی بھی جاتی۔ اس سے کبھی سامنا ہی نہیں ہوا تھا، وہ اپنے کمرے سے نکلا ہی نہیں تھا، اس وقت بھی یقیناً کوئی ضرورت باہر کھینچ لائی تھی۔ مگر آئمہ کا دم الجھنے لگا تھا اسے دیکھ کر، اگر اس روز کی طرح آج بھی..... وہ اس سے آگے سوچ کر

ی لرز اٹھی۔

"اماں۔" وہ ایک بار پھر چیخا، اب کی مرتبہ آواز پہلے کی نسبت غصیلی تھی۔

"آہستہ" اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں، دوا کھا کر سوئی ہیں۔" اس نے تنبیہی انداز میں کہا تھا کہ اسے قدرے نارمل دیکھ کر حواس بحال ہونے لگے تھے۔ معید نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورا، اور اس کی بات پہ دھیان دیے بغیر اماں کے کمرے کی سمت قدم بڑھائے ہی تھے کہ آئمہ لپک کر اس کے راستے میں آ گئی۔

"میں کیا کہہ رہی ہوں، آپ نے سنا نہیں۔"

اس پل غصے کی زیادتی میں رہا سہا خوف بھی جانے کہاں جا چھپا تھا، کہ اسے گھور کر ڈانٹنے کے انداز میں بولی، مگر جواب میں معید نے جن سرخ آنکھوں سے اجنبیت اور بے گانگی سے اسے دیکھا تھا اس کے حواسوں پہ یکلخت خوف نے غلبہ پا کر اعصاب کو مفلوج کر دیا۔

"مم میرا مطلب ہے آپ کو جو چاہیے مجھے بتا دیں۔"

اندر ہی اندر دل کر دو قدم پیچھے ہٹتی وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ وہ تو تھا ہی جنونی کسی بھی پل بپھر کر وحشی پن پر اتر آتا تو..... اس نے چور نگاہ اس کے پتھر اور فولاد سے بنے آہنی وجود پہ ڈالی اور سہم سی گئی۔

معید نے اب کی مرتبہ بھی جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ البتہ ہاتھ سے اسے راستے سے ہٹایا اور اندر گھس گیا۔ آئمہ اس لمس کو بازو پہ محسوس کرتی گویا لمحوں میں سن پڑ گئی۔

"اماں چائے بنا کے دیں مجھے۔"

اس نے وہیں کھڑے کھڑے اس کی بوجھل آواز سنی تھی۔ اگلے چند لمحوں میں وہ اماں کے ساتھ باہر آ گیا تھا۔ لہجہ بے حس سرد اور لٹھ مار قسم کا تھا۔ اسے اس پل اس پہ بے تحاشا تاؤ آیا تھا جبھی لب بھینچے سلگتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی جبکہ وہ اسے نظر انداز کیے اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

☆☆☆

مما ایک شاک کی سی حالت میں اس کے سامنے موجود تھیں۔ ان کی یقینی سی ماری ساکن آنکھیں اس کے چہرے پہ جانے کیا تلاشنا چاہ رہی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے تم اس وقت حواسوں میں نہیں ہو، ابھی تو گھر چلو وہیں جا کے بات ہو گی۔" اس نے ان کی آواز سنی تھی۔ تب اس نے سر اونچا کر کے انہیں دیکھا۔

"میں اپنے حواسوں میں ہوں، مما پلیز ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ می پلیز۔" وہ التجا کی ہوئی تھی۔

"آئمہ میں کیا سمجھوں اسے، تمہارا دماغ چل گیا ہے، آئی کانٹ بلیو اٹ۔" انہوں نے اپنا سر ہاتھوں پہ گراتے ہوئے تاسف سے کہا۔

"ایسا کیا انہونا کر دیا ہے مما میں نے، کہ آپ اس قدر ڈس ہارٹ ہو رہی ہیں۔" وہ اٹھ کر ان کے قریب آئی تھی۔

"تم....." انہوں نے دانت پیسے تھے۔

"شکر کرو، میں نے تمہارے بابا سے تمہاری یہ فضول بات چھپائی ہے۔" وہ تلخ ہوئیں۔

"مما....." اس نے نظریں اٹھا کر شاکی انداز میں انہیں دیکھا۔

"آپ کو یہ فضول بات لگتی ہے میری ہی نہیں کسی اور کی بھی پوری زندگی کا معاملہ ہے۔"

"ہم نے پوری دنیا کا ٹھیکہ لے رکھا ہے کیا۔" وہ اکھڑے انداز میں بولیں۔

"مما یہ آپ کہہ رہی ہیں۔" اسے دکھ ہوا تھا۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے آئمہ کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" انہوں نے جیسے سر پیٹا تھا۔

"اس قسم کے فیصلے یوں اچانک اور جذباتیت میں نہیں کیے جاتے، ابھی تم گھر چلنے کی تیاری کرو، کیا کرنا ہے، یہ بعد کی باتیں ہیں۔"

مما رعونت بھرے انداز میں کہہ کر اٹھ گئیں، تب آئمہ نے تھکے ہوئے سے انداز میں سر پیچھے پہ ڈال کر آنکھیں موند لیں۔ اسے تو خود اندازہ نہیں تھا یہ فیصلہ یوں اچانک کیسے ہو گیا کہ وہ اب ایک انچ بھی سرکنے پہ آمادہ نہیں تھی۔

کل، ماما، بابا کو ائیر پورٹ ریسیو کرنے کی خوشی میں تیاری اس نے صبح سے ہی شروع کر رکھی تھی۔ بارہ بجے کی فلائٹ تھی۔ گیارہ بجے ہی وہ مکمل تیاری کے ساتھ اپنے کمرے سے نکل کر آئی۔ کلائی پہ بندھی رسٹ واچ پہ ٹائم دیکھا، ابھی چند منٹ تھے، اس نے

پھپھو کے کمرے میں جھانکا، ان کی تیاری آخری مراحل میں تھی۔ وہ ٹہلنے کے انداز میں لان میں چلی آئی تھی۔ جب بالائی منزل سے اٹھتے شور پہ اچھا خاصا چونکی تھی۔ معید کی چیخیں اور کسی چیز کی زوردار آواز وہ قطعی نہ سمجھی البتہ کسی گڑبڑ کا احساس بہت شدت سے ہوا، تو سرپٹ بھاگتی اوپر آئی تھی، مگر سیڑھیوں کے اختتام پہ ہی اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے۔

حسان ہاتھ میں بلٹ لیے بالکل جانوروں کے سے انداز میں انتہائی بے دردی سے معید کو پیٹ رہا تھا۔ آئمہ حیرت وصدمے کی زیادتی سے قوت گویائی گنوا بیٹھی۔

''کیا سمجھتے ہو تم، سویرا کی طرح آئمہ کو بھی چھین لو گے مجھ سے، تو یہ تمہارا غلط خیال ہے۔ میں تمہیں جان سے ماردوں گا۔ بہت خوبصورت ہے نا تمہارا یہ جسم، یہ چہرا، اسے بگاڑ کے رکھ دوں گا۔ اتنا بھیانک کہ تم خود کو بھی پہچان نہ سکو گے۔''

زوردار ٹھوکر سے اس نے معید کو نیچے گرانے کے بعد.....اس کے سینے پہ اپنا پاؤں جوتے سمیت رکھ دیا۔

''رک جاؤ حسان۔'' اس کا یہ سکتہ حسان کے ہاتھ میں موجود اس بوتل کو دیکھ کر ٹوٹا تھا جس میں شاید نہیں یقیناً تیزاب تھا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی بھاگی آئی تھی اور حسان، اسے غیر متوقع طور پر اوپر پا کے حیرت کے جھٹکے سے نکل کر گھبراہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔

''تم۔'' اس نے اتھل پتھل ہوتی سانسوں اور بے ترتیب ڈولتی دھڑکنوں کو سنبھالتے متاسف نظروں سے اسے دیکھا۔

''آئی ہیٹ یو، تم چاہتے تھے نا، کہ میں تم سے محبت کروں مگر میں، میں تم سے نفرت کرتی ہوں، سنا تم نے، اسے پاگل ثابت کر کے مینٹل اسپتال چھوڑ کر آنا چاہتے ہو، حالانکہ وہاں اسے نہیں تمہیں جانا چاہیے۔''

''تم غلط سمجھی ہو میں۔'' وہ اس کے جارحانہ تیوروں کی تاب نہ لاتے ہوئے بوکھلا کر بھونڈا سا جواز ڈھونڈنا چاہتا تھا، کہ آئمہ کا ضبط پارہ پارہ ہو کر چھلک گیا۔

''شٹ اپ۔'' اس کا یہ صاف جھوٹ اسے آتش فشاں بنا گیا تھا۔

''کہیں نہیں جائے گا یہ، یہیں رہے گا ہمیشہ، ناؤ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔''

وہ لفظ چبا کر بولی تو حسان تیغ و ترش نظروں سے اسے دیکھتا، جھٹکے سے مڑ کر چلا

گیا تھا۔ اور وہ پھولی سانسوں کو سنبھالتی، بڑی اماں کی حیران مگر ممنون نظروں سے نگاہ چراتی، جھک کر لہولہان ہوئے معید کو دھندلائی ہوئی نظروں سے تکتی، سہارے کو اپنا ہاتھ اس کی سمت بڑھا گئی، وہ جو بری طرح سے ہانپتا ہوا کچھ تحیر کچھ غیر یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا، لب بھینچے ہوئے نگاہ کا زاویہ بدل گیا۔ آئمہ کے اندر عجیب سی تھکن اتر آئی۔ بڑی اماں اسے اندر چھوڑ کر خاصی دیر بعد لوٹیں، تب بھی وہ دونوں ہاتھوں پہ سر گرائے وہیں چارپائی پہ بیٹھی تھی۔

''شکریہ میری بچی، تمہارے آج کے اس احسان نے مجھے بن مول خرید لیا، اگر تم نہ آتیں تو وہ ظالم، میرے بیٹے کو مار ڈالتا۔''

وہ سسک اٹھی تھیں۔ آئمہ نے اپنا ہاتھ ان کے کاندھے پہ رکھ دیا تھا۔ پھر اٹھتے ہوئے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

''اماں، میں معید سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ آج بابا اور ماما آرہے ہیں۔ آپ پلیز انہیں پرپوزل دے دیجئے گا۔''

انہیں ششدر چھوڑ کر وہ پلٹ کر دیکھے بنا چلی آئی تھی۔ اور اسے پورا یقین تھا اسکا فیصلہ ہرگز غلط نہیں تھا۔ اب اسے یہی یقین مما کو بھی دلانا تھا۔

☆☆☆

ڈھلتا ہوا سورج دھیرے دھیرے مغرب کی جانب محو سفر تھا، پوری دھرتی پہ نارنجی رنگ پھیلتا جا رہا تھا۔ آسمان پہ کہیں کہیں سیاہ بادل تھے، جو ہوا کے زور پہ اڑتے پھرتے بہت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ فضا میں چڑیوں کی چہچہاہٹ بہت واضح سنائی دے رہی تھی۔

جب آئمہ نے آخری سیڑھی سے دروازہ دھکیل کر صحن میں قدم رکھا، بڑی اماں آنگن کے کونے پہ موجود نل سے کپڑا بھگو بھگو کر صحن کے فرش کو صاف کر چکی تھیں۔ صاف ستھرے فرش پر خفیف سی نمی تھی، جو پنکھے کی ہوا سے بہت تیزی سے جذب ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے سب کچھ مما کو کھول کر بتایا تھا، ساتھ ہی اپنا فیصلہ بھی، اس نے وہ انتہائی قدم اٹھا لیا تھا، جس کے بعد اس کا خیال تھا، اس کام میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی۔

اس نے مما سے کہہ ڈالا تھا، ان کے نہ ماننے کی صورت میں بھی اسے شادی معید سے ہی کرنی ہے۔ اس لیے نہیں، کہ وہ اس کے کے بغیر نہیں رہ سکتی، اس لیے کہ معید کی زندگی کے لیے اس کا ہونا ضروری تھا۔ بعض فیصلے خوشی میں نہیں مجبوری میں کیے جاتے ہیں۔

مگر پھر بھی کوئی تشفی نہیں دیتے۔

وہ بھی مطمئن تھی، من مانی کر کے، اماں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا تھا، اور اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ انہوں نے بابا سے کیا بات کی، کس انداز میں کی، کہ وہ اس کی مرضی کا فیصلہ کر گئے تھے۔ مگر معید نے انکار کر دیا تھا۔

''اب بتاؤ کیا کرو گی تم۔'' کتنا تمسخر تھا اماں کی نظروں میں، ان کے لہجے میں، اور اب وہ یہاں تھا، معید حسن سے بات کرنے کے لیے، بڑی اماں نے اسے معید کے کمرے میں جاتے دیکھا، اور رنجیدگی سے سر جھکا لیا، وہ دستک دینے کے بعد اندر داخل ہو گئی۔ معید دیوار کی جانب منہ کیے جانے سوچ رہا تھا، یونہی لیٹا تھا، وہ بھی نہیں اور چکر کاٹ کر عین اس کے سامنے دیوار سے ٹیک لگا لی۔

''تم۔'' وہ اسے دیکھ کر ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

''ہاں، انکار کی وجہ پوچھنے آئی ہوں۔''

''دس از مائی پرسنل میٹر۔'' سرخ آنکھوں سے دانت پیس کر کہتا وہ اسے جانے کیا جتانا چاہتا تھا۔ آئمہ نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

''مگر اب یہ صرف آپ کی پرسنل نہیں رہ گئی، میری ذات اس میں انوالو ہو چکی۔''

''جواباً اسکا لہجہ ٹھنڈا تھا۔

''آئی تھنک یہ حق ہر کسی کے پاس ہوتا ہے۔ انکار اور اقرار کا حق۔''

وہ جواباً قہر بار نظروں سے اسے گھورنے لگا۔ آئمہ نے بہت گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ کیا اس وقت اس کے نارمل انداز دیکھکر کوئی کہہ سکتا تھا، وہ کبھی وحشی جنونی بھی ہوتا ہوگا۔

''اگر آپ حسان کو انکار کر سکتی ہیں، تو میں آپ کو کیوں نہیں کر سکتا۔''

''اوہ آئی سی۔'' وہ جیسے لمحے کے ہزارویں حصے میں معاملے کی تہہ تک جا پہنچی۔

''تو اس کا مطلب، آپ حسان سے ڈرتے ہیں، چچ چچ، ایسا شیر جیسا اونچا پورا وجود اور دل چڑیا جتنا۔'' وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر ہنستی گویا اس کا ضبط آزما رہی تھی۔

''شٹ اپ۔'' وہ پوری قوت صرف کر کے دھاڑا تھا، پورے وجود کا خون جیسے اس پل اس کے چہرے اور آنکھوں میں سمٹ آیا، تیز ہوتے نفس سمیت لب بھینچے وہ جیسے

ضبط کے کڑے مراحل طے کر رہا تھا وہ دھیرے دھیرے چلتی اس کے قدموں میں ——دو زانو ہو کر بیٹھ گئی، اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے گھٹنوں پہ رکھ دیے، وہ چونکا تھا۔ آئمہ نے محسوس کیا اس کی اس حرکت پہ وہ بری طرح سے جز بز ہوا ہے۔

''سویرا پہ آ کے زندگی ختم نہیں ہوتی معید، اپنا نہیں تو اماں کا خیال کر لیں، پھر تھوڑا سا میرا جو، جو آپ سے محبت کرنے لگی ہے۔''

وہ اٹک کر کہہ گئی، معید جو اس وجہ قربت پہ حق دق سا بیٹھا بالکل بے حس و حرکت تھا، یہ سنتے ہی طیش میں آتے ہوئے اس کے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے جھٹک دیے تھے۔

''بہت ہو چکی فضول باتیں، اب جائیں یہاں سے۔''

بہت انسلٹنگ انداز تھا۔ آئمہ کو اپنی پیشانی سلگتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''نہیں جاؤں گی، اس کے باوجود کہ آپ مجھ سے شادی نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ میں نے اماں سے کہہ دیا تھا، میں صرف آپ سے شادی کروں گی۔''

اس کے لہجے میں دھونس تھی، گمن گرج کا تو ساتھ بھرپور ہٹ دھرمی تھی۔

''جب میں آپ سے شادی نہیں کروں گا تو آپ کے والدین لازماً آپ کی کہیں اور شادی کر دیں گے۔'' دوسری طرف حد درجہ اطمینان کی کیفیت تھی جو آئمہ کو سلگا گئی۔

''آپ انسلٹ کر رہے ہیں میری، ٹھیک ہے، آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں، ضد پہ اڑے رہیں، میں بھی آئمہ ہوں، آپ مجھے جانتے نہیں، اس کھڑکی سے کود کر خودکشی کر لوں گی، سویرا کو مرتے دیکھ کر تو آپ نے دو سالوں تک حواس گنوائے رکھے تھے، مجھے مار کر ہمیشہ سکون کو ترسیں گے۔''

بے تحاشا روتے ہوئے کہتی وہ خطرناک ارادے سے بالکونی کی سمت بھاگی تو معید جو ہونق سا اسکی بات سن رہا تھا، بے اختیار چیخا تھا۔

☆☆☆

''بابا کیا آپ مجھ سے خفا ہیں۔''

ڈیپ ریڈ ہلکے کام کے جدید تراش خراش کے سوٹ میں سر پہ دوپٹہ اوڑھے وہ روئی روئی آنکھیں لیے ان کے روبرو تھی، ابھی کچھ دیر قبل نکاح کی سنت ادا ہوئی تھی، سارا اہتمام پھوپھا جان نے کیا تھا، وہ ہر کام میں پیش پیش رہے تھے۔ آئمہ نے انہیں اتنا خوش

مطمئن اور آسودہ پہلی بار محسوس کیا تھا، جبکہ پھپھو اور انکی اولاد کے منہ بنے ہوئے تھے۔ حسان تو سرے سے ہی غائب تھا۔

''ارے بابا کی جان، آپ کو یہ کیوں لگا کہ بابا آپ سے خفا ہیں، بابا تو اپنی بیٹی کی اعلا ظرفی اور بہترین فیصلے سے خوش ہوئے، اگر بھائی جان مجھے ساری حقیقت نہ بتاتے تو شاید میں غلط فہمی کا شکار رہتا، تمہاری مما کی طرح۔''

انہوں نے کچھ فاصلے پہ خاموش گم سم بیٹھی مما پہ شوخ نگاہ ڈالی تو آئمہ کے دل سے بہت بڑا بوجھ سرک گیا تھا۔ اس نے کھانا مما کے ساتھ ہی کھایا تھا۔ اس طرح وہ گویا ایک موقع چاہ رہی تھی اپنی صفائی کا۔

''آپ ابھی تک مجھے غلط سمجھ رہی ہیں مما۔''

اس نے آہستگی سے نظریں اٹھائی تھیں۔ ٹپ ٹپ، مما کی آنکھوں سے بہتے آنسو اسے شاکڈ کر گئے، وہ بے قرار سی ہوئی تھی۔

''ایک ہی اولاد تھیں تم میری، کیوں کیا یہ رسک، رسک ہی تو ہے، کتنا روکنا چاہا تمہیں ہر طرح، مگر تم آئمہ تمہاری دادو کو بھی اعتماد تھا، محض ایک سال جی سکیں۔ یہ تو پھر.....''

''مما پلیز۔''

اس نے ٹوکا۔

''محبت الگ بات ہے مگر محض ہمدردی میں لیا گیا یہ بولڈ اسٹیپ تمہیں پچھتاوے میں مبتلا کر دے، تو بتاؤ کیا حل ہوگا۔'' انہوں نے اس کی التجا پہ جیسے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

''میری زندگی کسی کے کام آجائے، مجھے اس سے بڑھ کر کوئی حاجت نہیں۔''

''مگر ہم، ہمارا کیا سوچا۔'' وہ تڑپیں۔

''مما، بابا بھی تو ہیں انہوں نے آپ کی طرح ری ایکٹ نہیں کیا۔''

''باپ اور ماں میں یہی فرق ہے۔'' وہ سسکیں۔

''کیا کمی ہے معید میں، اتھما ناقابل علاج نہیں ہے مما، معید اپنا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اب میں انہیں زندگی کی طرف لاؤں گی۔ انہیں زندگی سے محبت کرنا سکھاؤں گی مما، وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔''

وہ پرامید تھی، مما اسے دیکھ کر ٹھنڈا سانس کھینچ کر رہ گئیں۔

''ٹھیک ہے، اکلوتی اولاد کا جو ایڈوانٹج ہوا کرتا ہے، وہ تم نے وصول کر لیا، اب کچھ ہماری بھی مان لو، معید کو لے کر ہمارے ساتھ چلو، یہاں تمہیں تنہا چھوڑنا مجھے بالکل مناسب نہیں لگ رہا ہے، ان لوگوں کے تیور مجھے اچھے نہیں لگتے، معید کی پہلی بیوی کے متعلق بھی بہت افواہیں سننے کو ملی ہیں، وہ حادثہ نہیں تھا، اس کے خلاف سازش کی گئی تھی، میں یونہی تو تمہیں نہیں روکتی تھی۔'' وہ ایک بار پھر خدشات کے حصار میں گھرنے لگیں۔

''مما پلیز۔'' وہ مسکرائی تھی۔

''کسی کے خوف سے اپنا مقام چھوڑ دینا، بزدلوں کی عادت ہے، میں بزدل نہیں ہوں، ہم آئیں گے آپ سے ملنے، جلد۔''

''ہم کون۔'' وہ بے خیالی میں بولیں۔

''میں اور معید۔'' اس کی ستاروں کی مانند دمکتی آنکھوں میں جگنو جھلملائے، مما اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

☆☆☆

''مجھے اپنے بستر کے سوا کہیں نیند نہیں آتی، سو پلیز بیڈ سے اٹھ جاؤ۔''

پچھلے پندرہ منٹ سے وہ کمرے میں موجود تھا، اور صوفے پہ بیٹھا کسی سوچ میں گم، بڑی اماں ابھی کچھ دیر پہلے اسے یہاں بٹھا کے گئی تھیں، کہ کچھ دیر بعد ہی وہ بھی آگیا تھا۔

آئمہ اس کے کچھ کہنے کی منتظر، گاہے بگاہے نظر اٹھا کر اسے دیکھ رہی تھی، کہ وہ لبوں پہ لگی مہر توڑ کر بولا بھی تھا تو کیا، اس کی جان جل کر رہ گئی، جی تو چاہا تھا۔ جواب میں کچھ کھری کھری سنا کر اکھڑا ہوا دماغ ٹھکانے لے آئے، مگر فطری حجاب اور جھجک آڑے آگئی، لباس سمیٹ کر وہ نیچے اتری، تو کلائی میں سجی چوڑیاں جلترنگ بجا اٹھیں، معید نے نظر اٹھا کر اس کی سرمئی کلائی میں سجی سرخ اور سنہری چوڑیوں کو گھورا تھا۔

''براہ کرم انہیں اتار دیں، ان کی آواز سے ڈسٹربنس ہوتی ہے۔'' خشک سے انداز میں کہتا وہ اٹھ کر بستر پہ براجمان ہو چکا تھا، جانے کیوں آئمہ کی آنکھیں یکلخت بھیگ گئی تھیں۔ اتنی بے قدری اسے لگا وہ پہلے ہی قدم پہ تھکنے لگی ہے۔ دوپٹہ اتار کر پھینکا اور ایک ایک کر کے تمام زیور نوچ ڈالے، چوڑیاں اتارتے ہوئے غصے و طیش کے عالم میں بے احتیاطی میں چوڑی ٹوٹ کر اس کی کلائی اور ہاتھ کو زخمی کر گئی، اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے

دودھیا ہاتھ پر ابھرتی خون کی بوندوں کو دیکھا، اور لب بھینچ لیے، بیڈ سے تکیہ اٹھانے جھکی، وہ بہت گہری نظروں سے متوجہ تھا۔ آئمہ کے اندر خون کھول کر رہ گیا۔ تکیہ نیچے وری پہ پٹخ کر وہ گرنے کے انداز میں لیٹی تھی۔ آنکھوں پہ بازو رکھتے ہی آنسو بے آواز بہتے چلے گئے۔

☆☆☆

صبح اس کی آنکھ کسی جھنجھوڑ کر جگانے پہ کھلی تھی، سرخ دہکتی آنکھوں کو اٹھا کر دیکھا، وہ بیڈ سے نیچے جھکا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بھنگ پی رکھی ہے، اماں کب سے دستک دے رہی ہیں، اٹھ کر کھولو۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"خود کھول لیں، آپ کی ٹانگیں بھی سلامت ہیں اور ہاتھ بھی۔"

کروٹ بدل کر تکیے میں منہ دینے سے قبل اس نے نروٹھے پن سے کہا، تو معید صفاچٹ جواب پہ ہونق سا ہو گیا، مگر اگلے ہی لمحے تلملائے ہوئے انداز میں ایک بار پھر اس کی بانہہ پکڑ کر مروڑتے ہوئے زبردستی توجہ حاصل کر لی تھی۔

"میرے ہاتھ پیر سلامت ہیں۔ کھول سکتا ہوں دروازہ، مگر تمہارے اس شاہانہ بستر کا اماں پہ کیا امپیکٹ پڑے گا اندازہ ہے، اٹھو یہاں سے۔"

اس کی آنکھوں سے برہمی مترشح تھی آئمہ سلگ کر رہ گئی۔

"جواز آپ کے پاس ہے تو سہی۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔ اس نے دانت پیسے، اور ایک جھٹکے سے ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اٹھو گی، یا پھر میں انہی ہاتھوں پیروں کا استعمال کرتے ہوئے اٹھا کر بیڈ پر منتقل کروں۔" وہ بھرپور غصیلے انداز میں گویا ہوا تھا، آئمہ نے گھبرا کر اٹھنے میں عافیت سمجھی، اس کے گال جانے کیوں تپ اٹھے تھے، وہ طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتا دروازے کی طرف بڑھا، تب آئمہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے واش روم میں جا گھسی تھی۔

☆☆☆

"اماں ایک بات پوچھوں آپ سے۔" اماں نماز سے فراغت کے بعد بستر پر آ کے بیٹھی ہی تھیں جب ان نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ہاں پوچھو بیٹا، اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔"

تکیے کے نیچے تسبیح ٹٹولتے ان کے ہاتھ لحظہ بھر کو رکے۔

"اماں سویرا اور معید کی شادی سے قبل کیا حسان، سویرا کو جانتا تھا۔"

اس نے گھبرا کر وضاحت پیش کی کہ اماں کی خاموش نگاہوں کو خود پہ اٹھتے دیکھ کر وہ اپنا اعتماد متزلزل محسوس کرنے لگی تھی۔

"ہاں وہ حسان کی کلاس فیلو تھی، دونوں ساتھ پڑھتے تھے اور ہو سکتا ہے، ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہوں ان دنوں معید باہر سے پڑھ کر لوٹا تھا، اور اپنے باپ کا بزنس سنبھال رہا تھا۔ صحیح بات ہے، کہ مجھے سویرا کے دل کی خبر نہیں کہ اس کے دل میں حسان کے لیے کیا تھا۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ حسان سویرا کو پسند کرتا تھا، بے حد، صرف یہی نہیں وہ اس سے شادی کا بھی خواہاں تھا مگر سویرا معید کی ذات میں انوالو ہو گئی تھی۔ اسے معید کی خوبصورتی اور مردانہ وجاہت سے بڑھ کر اس کی ذات کا اعتماد اور بے نیازی زیادہ بھائی تھی۔"

وہ بالکل تمہاری طرح تھی، معصوم، بے ریا اور دلکش، معید تک پہنچنے کے لیے اس نے مجھے ذریعہ بنایا تھا، اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ معید سے محبت کرنے لگی ہے۔ پہلے پہل معید نے اس پر خاص توجہ نہیں دی تھی۔ مگر پھر وہ بھی اسے پسند کرنے لگا، وہ اس بات سے بے خبر تھا، کہ حسان سویرا کو پسند کرتا ہے۔ میرا بیٹا جتنا انا پرور تھا، اس سے بڑھ کر اصولوں کا پابند، مجھے پورا یقین تھا، کہ اگر اسے حسان کی سویرا میں انوالومنٹ کا ذرا سا بھی شک ہوتا تو یقیناً وہ سویرا کی جانب کبھی نہ بڑھتا، یا پھر اس کی پیش رفت کو وہیں روک دیتا، اس پہ یہ انکشاف شادی کے بعد ہوا تھا۔ وہ بھی تب جب حسان دو ماہ کے بعد واپس آیا تھا۔

ان دنوں ایگزامز کے بعد چھٹیاں تھیں، اور حسان اپنے پاپا کے ساتھ لندن چلا گیا تھا۔ سویرا بھی یقیناً اس سے خائف تھی، تبھی اس نے شادی کے لیے ایسے دنوں کا انتخاب کیا تھا، جب وہ نہیں تھا، آنے کے بعد اس نے بہت شور مچایا تھا، مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے بھی چپ ہونا پڑا مگر اس کی یہ چپ کسی طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو گی کسی کو بھی خبر نہیں تھی، میرے بیٹے کو اسی کی آہ لگ گئی تھی۔ دونوں چھ ماہ بھی ساتھ نہ رہ پائے تھے، کہ سویرا کو وہ حادثہ پیش آ گیا۔ سویرا کی موت اس قدر اچانک تھی، کہ اس حادثے نے مجھے ہفتوں، مہینوں حواس باختہ رکھا تھا۔ اس پہ معید کی تشویش ناک حد تک بگڑتی ہوئی حالت مانو میرے تو ہاتھ پیر پھولنے لگے تھے۔

انہوں نے اس وقت کا تصور کر کے ہی جھرجھری لی تھی۔اسے چونکانے کا باعث معید کی پکار تھی اس نے چونکتے ہوئے پلٹ کر دیکھا وہ دہلیز پہ ایسے تاثرات لیے کھڑا تھا کہ آئمہ کو اپنا دم الجھتا محسوس ہوا۔

''اماں، پلیز مجھے کھانے کو لا دیں۔''اس پہ تیز نگاہ ڈال کر کہتا، وہ جیسے بنا آہٹ کے آیا تھا ویسے ہی پلٹ کر چلا گیا۔

''آپ رہنے دیں اماں، میں جاتی ہوں۔'' ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتی وہ کہتے ہوئے اٹھ گئی تھی، اماں مسکرا کر پھر سے تسبیح کی سمت متوجہ ہو گئیں۔

☆☆☆

''آئمہ جاگ رہی ہو پتر۔''وہ خالی ذہن لیے ستاروں کی جھرمٹ میں بڑی شان سے ایستادہ چاند کو تک رہی تھی، جب بڑی اماں کی آواز پہ چونکے بنا انہیں دیکھنے لگی۔

''کیا بات ہے، نیند نہیں آ رہی۔''انہوں نے یاسیت سے کہتے ہوئے اس کے الجھے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''بس یونہی۔''وہ آہستگی سے کہہ کر ان کی گود میں منہ چھپا گئی۔دل تو گھبرایا ہوا تھا ہی آنکھیں بھی برس پڑیں۔

گزشتہ رات معید کو ایک بار پھر دورہ پڑا تھا، اور یہ دورہ اس قدر شدید تھا، کہ اس کے ہاتھ پیر مڑ گئے تھے۔آئمہ کی تو جان نکل گئی تھی۔بڑی اماں نے ہی اسے سنبھالا۔مخصوص آیات پڑھ کر دم کیا تھا۔دم کیے ہوئے پانی کو اسے پلاتے وہ مسلسل روہی رہی تھیں۔مگر آئمہ کی تو حالت ہی غیر ہو گئی تھی۔

معید کی خطرناک حد تک سفید پڑتی رنگت، لہو رنگ آنکھیں، اس پہ اس کی ہذیانی چیخیں، اور بے قابو بپھرا ہوا انداز، وہ دیوار سے لگی تھر تھر کانپتی پھوٹ پھوٹ کر روتی، خود کو ملامت کرتی رہی تھی۔سارا قصور اس کا ہی تھا۔اگر وہ اسے ڈس ہارٹ نہ کرتی، تو شاید وہ کبھی یوں ابنارمل نہ ہوتا۔

سارا دن بارش برستی رہی تھی۔آئمہ جو کھڑکی سے بارش کو تکتے چائے کا لطف اٹھا رہی تھی، جانے کیا دل میں سمائی اٹھ کر آنگن میں آ گئی۔اماں عشاء کی نماز میں مشغول تھیں۔ورنہ اسے یوں بدلتے خشک موسم کی بارش میں کبھی بھیگنے کی اجازت نہ دیتیں، من تن میں

جیسے کوئی آگ بھڑک رہی تھی، جیسے ٹھنڈا کرنے وہ خاصی دیر تک بارش میں بھیگتی رہی تھی۔ اندر جانے کا خیال اس وقت آیا، جب لائٹ بند ہوئی تھی۔اندھوں کی طرح جو لباس ہاتھ لگا، پہن کر وہ بیڈ کے سرہانے آ کر بجھیا اٹھانے کو جھکی تھی، جب اس کا ہاتھ معید کے برحدت سینے سے ٹکرایا تھا، گھبرا کر ہاتھ کھینچ لینا چاہتی تھی، مگر معید نے اس سے قبل ہی صرف اس کی کلائی ہی نہیں پورے کے پورے وجود پہ گرفت سخت کرتے ہوئے اپنی پر حدت پناہ میں سمیٹ لیا۔

''اٹس او کے فیک اٹ ایزی۔''اس کے سرگوشیانہ لہجے کے خمار پہ وہ پوری جان سے سلگی، اس جسارت پہ آگ بگولہ ہی تو ہو گئی تھی۔

''کس کے دھوکے میں مجھے چھوا آپ نے، میں سویرا نہیں ہوں۔''

اسے ساری زندگی کا غصہ انہیں لمحوں میں آیا تھا، اتنی ہی ارزاں اور بے مایا تھی اس کی ذات، کہ اتنے دنوں کی نظر انداز ی، اور بے نیازی، کے بعد آج محض چند لمحوں کے جذبات کی شوریدہ سری کی نذر ہو جاتی۔

''آئی نو، کہ تم آئمہ ہو۔''وہ اس کے نم بال سہلا کر یقیناً مسکرایا تھا۔

''تو پھر چھوڑیں مجھے، آپ کی زندگی میں تو سویرا کے سوا اور کسی کی کوئی جگہ نہیں تھی نا، پھر مجھے کیا سمجھ رہے ہیں، وقتی تسکین کا سامان۔''

اس کی آنچ دیتی قربت میں وہ سنگ کرا نگارے کی طرح پگھلتی ہوئی چلائی، معید لمحے بھر کو ساکن ہوا تھا، اگلے ہی لمحے وہ اسے چھوڑ کر الگ ہو گیا تھا۔آئمہ جلتی کڑھتی، گہرے گہرے سانس کھینچتی، اپنے طیش پہ قابو پاتی رہی تھی۔بیڈ سے اترتے ہوئے اس نے پلٹ کر دیکھا، جس طرح لائٹ اچانک گئی تھی۔ویسے ہی آ بھی گئی تھی۔مگر اس کے دل کی دنیا اس عرصہ سے دورانیہ میں تہہ و بالا ہو چکی تھی۔وہ تکیے میں منہ دیے ساکت لیٹا تھا۔وہ لب بھینچتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔

اس نے کہا تھا وہ سویرا کی جگہ کسی اور کو نہیں دے سکتا۔مگر اس نے سویرا کی جگہ اسے دینا چاہی تھی وہ اپنی بات بھول رہا تھا یا پھر وہ اس زندگی سے تھک کر اب جینے کا صحیح معنوں میں خواہش مند تھا، مگر آئمہ کو اپنی انسلٹ یاد آ گئی تھی، اور اب پچھتاوے کے ناگ نے اسے ڈسا تھا، اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔اماں نے بتایا تھا، اس دورے کے بعد وہ کئی دنوں نارمل نہیں ہو پاتا، کبھی کبھار ہفتوں میں لگ جاتے، جبکہ وہ چند دنوں سے

بہت نارمل نظر آنے لگا تھا۔ ہر وقت اپنے کمرے میں گھسنے کی بجائے، آئمہ نے اسے بالکونی، آنگن میں چلتے پھرتے دیکھا تھا۔ اب وہ کھانا اکیلے کھانے کی بجائے اماں کے ساتھ بھی کھا لیا کرتا تھا۔ اور پرسوں اماں کی اس وقت خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی، جب وہ نہا دھو کر ڈھلے ہوئے صاف کپڑے پہنے باہر آیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو۔" اماں نے اسے دروازے کی سمت جاتے دیکھ کر ٹوک لیا تھا۔

"ذرا مارکیٹ تک جا رہا ہوں، آپ کو کچھ منگوانا ہے۔"

کتنا ذمہ دارانہ انداز تھا، اور اس سے بڑھ کر نارمل۔

"نہیں کچھ نہیں، البتہ یہ اپنی مشین ساتھ لے جاؤ۔"

انہوں نے چارپائی کے سرہانے پڑا ان ہیلر اٹھا کر اسے تھما دیا۔ وہ ہلکا سا مسکرا کر ان ہیلر لیے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد آئمہ شام کو جب کسی کام سے کمرے میں آئی تھی، تب اسے سانس اکھڑنے پہ ان ہیلر کو یوز کرتے دیکھ کر، اس کا حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی سے بھی برا حال تھا، جب بھی بات اس نے اماں کو بتائی، تو انہوں نے شانت ہوتے ہوئے اسے گلے لگا کر چوم لیا تھا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہے میری جان، صرف تمہاری وجہ سے۔"

اور وہ کیسے نئے انوکھے سے احساسات میں گھر گئی تھی، کتنے خوش آئند خیال تھے، جنہوں نے اسے مسکرانے پہ مجبور کر دیا تھا۔ مگر اس نے اپنے ہاتھوں اپنی حماقت سے خود پہ کھلتے خوشی اور زندگی کے دروازوں کو ٹھوکر سے بند کرنا چاہا تھا۔ وہ اتنی احمق، اتنی بے وقوف کیوں ہو گئی تھی۔

آنکھوں سے نمکین پانی چھلکا تھا۔ اماں اسے چھوڑ کر تیزی سے اندر گئیں تو جانے کیوں یکا یک اس کا جی بھی گھبرا سا گیا، گھبراہٹ میں دوپٹہ پاؤں سے الجھ کر راستے میں گر گیا۔ مگر اس نے پروا نہیں کی تھی۔ وہ اندر آئی، تو بڑی اماں کو پریشانی کے عالم میں مختلف چیزیں ہٹا کر کچھ ڈھونڈتے پایا، تکیہ، چادر، بستر، یہاں تک کہ انہوں نے الماری بھی کھول کر تمام کپڑے الٹ پلٹ کر دیے۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہیں۔" اماں کی گھبراہٹ و سراسیمگی میں بتدریج اضافہ ہوتے دیکھ کر اس نے الجھ کر پوچھا تھا۔

"معید کا ان ہیلر نہیں مل رہا، شام کو یہاں تھا، میں نے خود دیکھا تھا۔"

انہوں نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی دواؤں کی شیشوں کی جانب اشارہ کیا، اس نے کچھ تشویش میں گھر کر گردن موڑتے ہوئے معید کو دیکھا، تو اسے کھانستے پا کر اس کی تشویش بڑھ گئی، کھانسی کے ساتھ ساتھ اس کے سینے سے خرخر کی وہ مخصوص آواز بھی سنائی دینے لگی تھی، جو اس دورے کے آغاز کے ساتھ ہی کھانسی کے ساتھ شروع ہو جاتی تھی۔

"آپ ٹینشن میں دیکھتی ہوں۔" ٹیبل کے اوپر نیچے، اچھی طرح دیکھ کر تسلی کر لینے کے بعد اس نے آگے بڑھ کر بڑی اماں کو بتایا تھا۔ مگر ان ہیلر نہ ملا، معید کا سانس اب رک رک کر چلنے لگا تھا، اور جسم کو گھلنے والے جھٹکے بڑھتے جا رہے تھے۔ اس کے قدموں تلے سے زمین سرکنے لگی۔

"اماں، ان ہیلر کہیں نہیں ہے۔" ہاتھ، پیروں میں ہوتی سنسناہٹ سمیت اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں اطلاع دی، اماں کا اب تک ضبط جواب دے گیا تھا، وہ پورا کمرہ تلپٹ کر چکی تھیں۔ معید کی رنگت خطرناک حد تک زرد پڑ چکی تھی، اور پھر یکلخت نیلی پڑنے لگی، اس کا ہاتھ اپنی گردن پہ گیا تھا۔ وہ بے قراری سے اپنے سینے کو مسل رہا تھا۔ بڑی اماں تو حوصلہ ہارتے ہوئے زور زور سے رونا شروع کر چکی تھیں۔ خود آئمہ کی بھی جان ہوا ہوئی جا رہی تھی۔ معید کے ناخنوں اور ہونٹوں کے بدلتے رنگ کو دیکھ کر وہ بے جان ہونے لگی۔

خوف کے شدید احساس نے اس کا رگوں میں خون منجمد کر ڈالا، اس کی پسلیوں کے درمیان سے جلد کھینچ رہی تھی۔ وہ لمحہ بہ لمحہ موت کے نزدیک ہوا جا رہا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکی تھیں۔ رات کے بارہ بجے مارکیٹیں بند ہو چکی تھیں۔ وہ بہادری کا مظاہرہ کرنا چاہتی بھی تو مارکیٹ سے ان ہیلر نہیں لا سکتی تھی۔ اسے ایک دم سے بہت شدید کھانسی شروع ہوئی تھی۔ یہ آخری نشانی تھی اب بھی اگر اسے ان ہیلر نہ ملتا تو یقیناً وہ مر جاتا۔

"اللہ جی۔" وہ منہ ہاتھ رکھے زور سے چیخی وہیں گھٹنوں کے بل گر سی گئی تھی۔ اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ معاً اس کی نگاہ ساکت ہوئی تھی، بیڈ کے نیچے ان ہیلر پڑا اسے نظر آیا تھا اس کا دل پوری قوت سے پھیل کر سکڑا۔ اگلے ہی لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی سے جھپٹ کے ان ہیلر اٹھا لیا تھا۔

"مل گیا اماں ان ہیلر مل گیا۔" وہ خوشی سے بے قابو ہو کر چلائی، اور یونہی گرتی

پڑ تیا تھ کر بہت دقتوں سے سانس لیتے معید پہ جھک گئی۔ ڈھکن اتار کر کنارہ دبایا تھا۔

"سانس لیں معید۔" زندگی اس کی آنکھوں سے ہی نہیں لہجے سے بھی بری تھی، مگر اسے اس وقت ہزار وولٹیج کا کرنٹ لگا تھا جب معید نے اس غیر ہوتی حالت کے باوجود ہاتھ مار کر ان ہیلر کو اپنے لبوں سے ہٹا دیا تھا۔ ایک پل کو دونوں کی نگاہیں چار ہوئی تھیں۔ اس کی آنسوؤں سے جل تھل ہوتی آنکھوں میں معید کی بے بس اور زندگی کے احساس سے مایوسی نگاہیں ٹکرائیں، اگلے ہی لمحے وہ جیسے تھک کر آنکھیں موند چکا تھا۔

"معید۔" وہ پوری قوت صرف کر کے چلائی تھی، اس دہشت سے کہ، کہ اسے اپنی سانسیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ بڑی اماں نے اس کے ہاتھ سے ان ہیلر لے لیا تھا۔ وہ منہ ہاتھ رکھے سسکیاں دباتی بے تحاشا روتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی میں بستر پہ وہ بے سدھ لیٹا تھا۔ ہموار سانسوں کا زیر و بم اس کی پر سکون اور گہری نیند کا غماز تھا۔ آئمہ صوفے پہ بیٹھی کب سے یونہی یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"اگر اس رات اسے کچھ ہو جاتا۔" اس نے اپنی سوچ بے اختیار جھرجھری لی۔

"کیا میں کبھی خود کو معاف کر سکتی تھی۔" اس نے سہم کر سوچا۔

"اللہ نے مجھے ایک موقع دیا ہے۔" اس رات جب ہر طرف مایوسی تھی۔ تب اس نے دل کی گہرائیوں سے اللہ کو پکارا تھا۔ یہ رب کی ہی مدد تھی، کہ معید بچ گیا تھا۔ ورنہ اس نے تو خود کو مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ یہ جان کر کہ معید نے خود ان ہیلر بیڈ کے نیچے پھینکا تھا۔ وہ کتنی دیر سن رہی تھی۔ اس کی اس حرکت پہ، وہ اتنا شدید ری ایکشن دے گا، وہ سوچ کر ہی لرز رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر قبل اس نے عشاء کی نماز پڑھی تھی، اور بہت شدتوں سے اپنی اس آزمائش میں سرخروئی اس مالک حقیقی سے طلب کی تھی۔ اب اسے خود ہی پیش رفت کرنا تھی۔ اپنی غلطی کا کفارہ ادا کرنا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے آہستگی سے اٹھی تھی، اور چلتی ہوئی معید کے داہنے پہلو میں آ کر اس کے برابر لیٹ گئی۔

"معید۔" سرگوشی سے ذرا بلند آواز میں پکارتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا، مگر وہاں بے خبری کا عالم تھا۔ وہ ذرا سا جھک کر سر اس کے شانے پر ٹکاتے

ہوئے زاویہ بدل گئی۔ اب اس کا یونانی دیوتاؤں کے سے مغرور اور دلکش نقوش سے سجا خوبرو چہرا براہ راست اس کی نگاہ کی زد پہ تھا۔

"مجھے پتا ہے، آپ سو نہیں رہے ہیں، پھر کیا حرج ہے، میری بات کا جواب دینے میں۔" اپنا ہاتھ اٹھا کر اب اس نے اس کے گال کو سہلایا تھا۔ اس کا تیر نشانے پر لگا تھا، وہ واقعی نا صرف آنکھیں کھول کر اسے گھورنے لگا۔ بلکہ اس کا ہاتھ جھٹک کر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے، کیوں ڈسٹرب کر رہی ہو۔"

بھرپور تلخی سے کہتے اس نے ..... درشتگی کو چھپانے کی قطعی کوئی کوشش نہیں کی۔ آئمہ کا رنگ فق ہوا تھا، مگر اگلے ہی لمحے اس نے خود کو کمپوز کر لیا تھا۔

"اٹھو یہاں سے، اپنی جگہ پہ جاؤ۔" اس کے لہجے میں قطعی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

"نہیں جاؤں گی، اس وقت تک، جب تک آپ مجھے معاف نہیں کرتے۔ دیکھیے صاحب، انا کے بت کو ہٹا کر دیکھیے، ایک حسین خوبصورت اور نازک پیاری سی لڑکی، ایکسکیوز کر رہی ہے آپ سے۔" اس نے کہتے ہوئے اس کے گھٹنوں کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے وہیں چہرا ٹکا کر شوخ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اس کے شاید گمان میں بھی نہیں تھا اس سے اس حد تک پیش رفت کا، جبھی کچھ لمحوں کو حرکت تک کرنے کے قابل نہ رہا، جبکہ آئمہ کو اس کی اس خاموشی سے اچھا خاصا حوصلہ ہوا تھا، جبھی ہاتھ بڑھا کر اس کے بال بکھیرتے ہوئے گنگنانے کے انداز میں بولی تھی۔

"مان جائیں نا، مانا کہ غلطی میری تھی، مگر اب منا بھی تو رہی ہوں، چلیں میں کان پکڑتی ہوں۔"

اس نے جھٹ دونوں کان پکڑ لیے، معید نے ناگواری سے اس کی یہ خوشی و شرارت ملاحظہ کی تھی۔

"اف، کر بھی دیں معافی کا اشارہ، کب تک یونہی رہوں۔"

وہ بسوری، تب معید نے اندر کی تمام تپش بلا دریغ اس پر الٹ دی تھی۔

"بند کرو یہ اوٹ پٹانگ فضول حرکتیں، تمہیں شرم آنی چاہیے، ایسی فضول باتیں کرتے ہوئے، اور یہ بے تکلفی، بالکل پسند نہیں ہے مجھے۔"

اس کا تحقیرانہ انداز آئمہ کی تمام تر شوخی لمحے بھر میں ہوا کر گیا، وہ ایسے رویوں کی

عادی نہیں تھی۔فطرت اور مزاج کے خلاف شرم و حیا اور جھجک کو سائیڈ پہ رکھ کر ہر وہ کام کیا تھا، جو اس کے خیال میں اس جیسے زندگی کے احساس سے عاری انسان کو پھر سے جینے کی طرف مائل کر دیتا۔مگر اب جب عزتِ نفس پہ چوٹ پڑی، تو برداشت نہ کرتے ہوئے بلبلا سی گئی۔اس کے چہرے پہ پہلے تحیر ابھرا تھا، پھر خفت، اور سب سے آخر میں شدید قسم کا رنج و ملال اور غصہ، وہ لب بھینچے امڈتی سسکیوں پر قابو پاتے تیزی سے چھلکنے کو بے قرار ہوتی آنکھیں لیے لمحے کے ہزارویں حصے میں بیڈ سے اتری تھی اور بھاگتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔

رات کا مخصوص سناٹا ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ برآمدے کے پلر سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے آنسوؤں کو بہنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا، اسے مما کی تمام باتیں یاد آئی تھیں۔ وہ پچھتانا نہیں چاہتی تھی مگر وہ اپنے اس فیصلے پہ پہلی بار پچھتاوے اور مایوسی کا شکار ہو رہی تھی۔

☆☆☆

''اماں آپ کا بیٹا بہت کٹھور ہے، مجھے تو لگتا ہے ان کے سینے میں دل کی جگہ کوئی پتھر پڑا ہے، جبھی تو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔''

ان کی گود میں سر رکھے وہ بے اختیار ہو گئی تھی۔اماں کچھ حیران پریشان سی اسے دیکھتیں کچھ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

''اماں، سویرا کو بھی کیا انہوں نے یونہی رلا رلا کر مارا ہے۔'' وہ اب اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

''کیسی باتیں کر رہی ہے بچی، کیا ہوا ہے۔'' اماں اب باقاعدہ ہول سی گئی تھیں۔

''کچھ نہیں۔'' وہ بے دلی سے کہتی سر جھکا کا ناخن چبانے لگی۔

''معید نے کچھ کہا۔'' اماں اس کا چہرا کھوجنے لگیں، اس نے سرد آہ کھینچی۔

''کاش وہ کچھ نہ کہتے میری باتوں کا بہت غلط مطلب لے لیا ہے انہوں نے۔''

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

''اماں۔'' تبھی معید اندر سے چلایا۔

''جاؤ بات سنو اس کی۔''

اماں نے تجاہل برتتے ہوئے اسے اٹھایا، تب وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر اندر آ گئی۔

''میں نے اماں کو بلایا تھا۔'' اسے دیکھتے ہی وہ چڑے ہوئے انداز میں جتا کر بولا۔

''جانتی ہوں، آپ کو تو میری صورت سے بھی بے زاری ہے، لیکن بے فکر رہیں، بہت جلد آپ کو اس پریشانی سے نجات ملنے والی ہے۔''

وہ کلس کر کہتی جھٹکے سے پلٹی تھی۔ جب بازو پہ ہوتی گرفت پہ نا چاہتے ہوئے بھی مڑی۔

''چھوڑیں۔'' اسے متبسم نظروں سے اپنی سمت متوجہ پا کے اس کا دماغ گھوم گیا تھا۔

''کبھی زبردستی ہاتھ تھماتی ہو تو کبھی......''

''میں اپنا عمل ضائع نہیں کرنا چاہتی۔''

''میری ہمدردی میں کیے گئے اقدام سے غلط مطلب اخذ مت کریں۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سخت الفاظ استعمال کر گئی، احساس ہونے پہ کچھ خوف کے سے عالم میں اسے دیکھا، مگر یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی کہ وہ مسکرا رہا تھا۔

''محترمہ! یہ ہمدردی محبت میں کب تک بدل جائے گی بتا سکتی ہیں۔''

وہ اٹھ کر اس کی راہ میں آ گیا تھا۔وہ بھونچکی سی اسے تکنے لگی۔

''حیران ہوتے ہوئے، تم بہت اچھی تو نہیں لگتیں۔''

اس کی حیرت سے واہو جانے والی آنکھوں کو آہستگی سے چھوتا وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔ آئمہ جھینپ سی گئی۔

''راستہ چھوڑیں۔'' اس نے فی الفور اپنا انداز بدلا۔

''تمہارے تمام راستے مجھ پہ آ کے ختم ہوتے ہیں۔''

اس کی آنچ دیتی ہوئی نظریں، آئمہ کے رخسار دہکانے لگیں۔

''آئمہ، رات میں نے تم سے اپنی اس انسلٹ کا بدلہ نہیں لیا تھا......بس میں کچھ ڈسٹرب تھا۔ اتنا ہی ڈسٹرب، کہ جتنا پہلے اس حد تک مضطرب ہو کر میں ہسٹرک ہو جایا کرتا تھا۔ مگر رات میں نے اپنی ول پاور کو استعمال کیا، اور خود کو کمپوزڈ رکھا جانتی ہو کیوں؟''

وہ رک کر اسے دیکھنے لگا، آئمہ نے لانبی پلکیں اٹھائیں۔

''تمہاری خاطر، اس لیے کہ تم یہ چاہتی ہو، میں واقعی جینا چاہتا ہوں آئمہ پہلے نہیں، مگر اب، اس لیے کہ کوئی ہے، جسے میری ضرورت ہے، ہے نا۔''

اس کے لہجے میں جو گمبھیرتا تھی اس نے آئمہ کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر ڈالا۔

''ہم، میرا خیال ہے اماں مجھے بلا رہی ہیں۔''

اس نے جیسے ہی اس کا ہاتھ تھاما تھا، وہ کچھ شرم کچھ گھبراہٹ میں سٹپٹا کر بولی۔

''کیسے یقین کرلوں، یہ وہی لڑکی ہے، جو کل رات مجھے مناتے ہوئے، کیا کیا جتن نہ کرتی ہوئی از خود قریب چلی آئی تھی۔''

وہ اس پہ جھک کر بوجھل آواز میں بولا، تو آئمہ نے محجوب سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا تھا۔

''ویسے اصل رنگ کون سا ہے یہ یاد۔'' اس کی روشن آنکھوں سے شرارت چھلکنے لگی۔

''آپ بتائیں۔'' اس کی پرشوق نگاہوں سے نظریں چراتی وہ مسکرا کر بولی تھی۔

''مجھے تو ''وہ'' والا اصل لگتا ہے۔'' انداز صاف چھیڑنے والا تھا۔

''کیا۔'' وہ زور سے چلائی اور ایک ہی جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

''ارے سنو تو۔''

''ہرگز نہیں۔'' وہ رکے بغیر باہر بھاگ گئی تھی۔

☆☆☆

''اگر میری بیٹی کسی قابل ہوتی، تو میں اپنے مرحوم بھائی کی اس نشانی کو کبھی بھی اس اذیت میں مبتلا نہ رہنے دیتا، لیکن خیر دیر آئید درست آئید، آئمہ بیٹا، میں ساری رات نہیں سو پایا ہوں، مجھے یقین نہیں، البتہ شک تھا کہ سویرا کی موت حادثہ نہیں تھی، اسے مارا گیا تھا۔ مگر رات مجھے اس کا ثبوت بھی مل گیا۔

حسان کو تمہارے گھر کے گرد پیٹرول چھڑک کر آگ لگانے کا منصوبہ بناتے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ وہ اسے بھی حادثے کا روپ دینا چاہتا ہے۔ سویرا کے بعد تم یا معید..... میں مزید اس نقصان کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ معید مجھے اپنی اولاد سے کم عزیز نہیں، جبکہ تم بھی مجھے بیٹیوں کی طرح ہی عزیز ہو، اولاد جب بڑی ہو جاتی ہے، تو والدین کی

حیثیت ایک تکلے کی مانند ہو کر رہ جاتی ہے۔ بیٹا میں بھی تمہاری پھپھو اور اس کی اولاد کے آگے بے بس، لاچار ہوں، یہ گھر، بینک بیلنس، اور کاروبار، سب کچھ ہی معید کے بابا کا تھا، اس لحاظ سے اب معید کا ہے، مگر میں شاید اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا، سوائے تمہیں خبردار کرنے کے، پلیز بیٹا اگر اپنا سہاگ سلامت دیکھنا چاہتی ہو تو اسے لے کر یہاں سے چلی جاؤ۔''

پھوپھا جان اپنی بات کہہ کر رکے نہیں تھے۔ غلبت بھرے انداز میں مڑ کر چلے گئے، اور وہ انکشافات کی زد پہ نڑاں رسیدہ پتے کی مانند لرزتی تنہا رہ گئی تھی۔

''تمہاری مما کا فون تھا۔'' وہ خاصی دیر بعد خود کو سنبھال کر اندر آئی، تو معید نے اسے دیکھ کر اطلاع دی۔ ''میری مما آپ کی بھی کچھ ہوتی ہیں۔''

اس نے مصنوعی خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹوکا۔

''اوہ یس، وہ میری لونگ وائف کی والدہ ماجدہ صاحبہ ہیں۔''

''بس۔'' اس نے آنکھیں نکالیں۔

''اور ہمارے ہونے والے بچے کی گرینڈ ما۔''

''معید۔'' اس نے بے تحاشا سرخ پڑتے ہوئے خفگی سے گھورا۔

''آپ کی تو کچھ نہیں لگتیں نا۔'' اس نے منہ پھلایا۔

''کیوں نہیں، ہماری وہ ساسو ماں ہیں، ہمارے سسر صاحب کی وہی، جو آپ ہماری ہوا کرتی ہیں، یعنی جند جان۔'' وہ اس کے نزدیک آیا، اور کاندھوں پہ بازو پھیلا دیے۔

''کیا کہہ رہی تھیں مما۔'' اس نے اس کے رومینٹک موڈ کو دیکھ کر دھیان بٹانا چاہا۔

''بلا رہی ہیں تمہیں، شکوہ کر رہی تھیں، کہ تم شادی کے بعد میاں کو ہی پیاری ہو گئیں۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ ان کی بیٹی کو میاں پیارا ہوا ہے۔''

وہ مسکراہٹ دباتے کہہ رہا تھا۔

''میں جانے کے متعلق خود ہی سوچ رہی تھی۔'' اس نے الماری کھولی۔

''مجھے چھوڑ کر۔'' وہ آنکھیں تحیر سے پھیلا کر بولا۔

''نہیں، میں ایک ایسے شخص کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی، جو بے چارا خود سے اب نوالہ بھی نہیں توڑتا، میرے بغیر۔'' اس نے جھنجلا کر کہا۔

''وہ شخص بے چارا۔'' اس نے مصنوعی غصے سے کہہ کر اس کی چوٹی کھینچی۔